



حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



ناظم علامہ محمد بنی حسن کا مہیویری (ڈاکٹر ارجح و طبع)

جوابات کھی زبان سے پوری کردی
لاکھوں کے مقابلے میں یہ پامردی
کھتی ہر شجاعت و وفا و ہمت
واللہ کہ لے حسین کارے کردی
مداح آلِ محمد حضرت تر



لے آب خاک شو کہ ترا آبرو نمائند

سلام

بم حضور لامع النور و فیض گنجور و مایہ تسکین دلِ بخور و برق خلطف در شب بخور علیہ الصلوٰۃ و السلام

از اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

زائنہ ماہِ محرم تن بجا گشتہ	قطرہ اشک لبکل در غلا گشتہ
دین کھائے چمن کرد قبائے پارہ	دقنس سینہ زناں بلبلِ نال گشتہ
شاد و سرور شد رج قیلاں بنگر	زیر حلقوم بہ وقتے مے رماں گشتہ
عنبر پروانہ بیا کرد چہ محشر بہات	خاک بر سر تو مگر شمع شبستان گشتہ
بہر طور تجلی چو شد بہر لبتا	دم بخو دہیں تو عجب موسیٰ عمراں گشتہ
آہ وزاری چہ کن ہیں تو صد و اصد	غیتِ شکیلِ مہرہ نیاں گشتہ

۱۔ مجمع صمدی مینہ ۲۔ مجمع صمدن

منہم کرد بن قصیر اامت عثمان

(پاتہ)

خاب و خاسر و بدکار لعیناں گشتہ

تاثرات

حضور پور حشام الملک نیرال لؤلؤ امیر الامراء مہابت جنگ اسد صدف قدر ہر باغ میں دراب سیر

و اصف علی میرزا نواب در آن مرشد آباد کے سی ایس ایس ایس دالی ہوا اور ام لکارت

فلک کو نہجا صد نعرہ اشدا کبر
لعین سمجھے ہوئے تھے تھے پیچھے جان کھڑے
نہ بڑھتا تھا کوئی پیرین آگے خون سرد سے
ہنس پانی میسر نہ کہا تھے نہ یہ خواہر سے
چلے عباس بیکر شکاں میں خیمہ کے اندر سے
پہلے رخصت ہو حضرت عابد بیار غم طرے
تھی گہر لکے سب بھاگے خوف ابن جبر
نہا خر گھوڑے پر سنبھلا گیا جان میں سے
ہوئے مجبور سسرت ظالموں کے کراؤ سے
صدائے گریہ پیہم آتی تھی قبر پر میر سے

ہوا عالم جو سید را آمد ہر منور سے
چمکتی ذوالفقار حیدری تھی برق کے مانند
زبان شاہ پر اسلام کا نعرہ جو تھا ہر دم
زمین مقتل کی تپتی تھی جگر پیاسہ کی چمکا ہے
مچھے بچپن جب آل غی نشہ دہانی سے
نمازی سب تھے ہمراہ رکاب شاہیں بدم
ہوئی برپا صدائے اللہ جب فوج اعدا میں
کئے دار اسقدر اعدا نے نہ کے جسم اقدس پر
خیال آیا جو است کا نور کی تیغ موٹے نے
گھٹا چھائی تھی چمکی ہر طرف سے شاہ والا پر

رہے سخن چسراغ اسلام کا یار قیامت تک

دعا و اصف کی ہر دم بھی جلاق کبک

(از انتخاب الطامروانا بٹا محمد ای صاحب نظامت ہای پرست نظامت مرشد آباد)

شہید کربلا کے خاندانی خصوصیات و افکار و اوقیات

(حضرت اعلیٰ مولانا سعید علی نقی صاحب مجتبیٰ پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی)

مرکز تمام قبائل عرب کا مرکز؟

قدرت نے ان باپ بیٹے کا امتحان لینا چاہا۔ باپ مامور ہو گیا۔ کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے دوج کرے۔ یہی وہ ہی جس کی یادگار عید قربان میں آج تک قائم کی جاتی رہی۔

گو مار اس سلسلہ شرافت کا آغاز ہی قحش کی قربانی سے ہوا آگے بڑھے سلسلہ ہو نچا نصر بن کنا نہ تک۔ ان کی اولاد قریشی کہلائی۔ جس طرح تمام دنیا میں آل ابراہیم کو خاص امتیازات حاصل ہوئے آل ابراہیم میں اولاد اسماعیل خاص خصوصیات کی حامل ہوئی اب اولاد اسماعیل قبیلہ قریش کو امتیازی خصوصیات حاصل تھے خاصہ کعبہ کی ذمہ داری، اس کی حفاظت، ریاست اور تولیت سب قریش سے مخصوص تھیں۔ تمام عرب ان کی عزت کرتے تھے قریش میں ہاشم پیدا ہوئے جو تمام خصوصیات کے حامل تھے یہاں سے بنی امیہ کی شخ انک تھی ان کے مورث اعلیٰ نے ہاشم سے منازعت کی مگر شکست کھائی نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کے حقوق تولیت سقایت اور تمام انتظامات ہاشم کے پاس رہے اور بنی امیہ اس محروم ہو گئے۔ اس طرح آل ہاشم کا امتیاز آلی امتیہ کے مقابلہ میں تسلیم ہو گیا۔

ہاشم کے فرزند عبدالمطلب نے بے بند شخصیت رکھتے تھے (یعنی ان کا خطاب ہوا اور یہی لقب ہی جو ان کی اولاد میں رہ گیا جس سے آج تک آل رسول سادات کہلاتے ہیں ان کا عہد تو کئی اور خدا پر بھروسہ اس وقت پیدے طور پر ظاہر ہوا جب ابراہیم نے یمن سے آکر کعبہ پر حملہ کیا یہ صحابہ قبل کا مشہور واقعہ ہے

یہ سلسلہ شروع ہوتا ہی حضرت ابراہیم خلیل سے، یہ بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب ان کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے حضرت سید الشہداء کے نبی خصوصیات کو آپ کے قارف کے لیے ہیں سے شروع کرنا مناسب ہے۔ اور ہجرت واقعات کا سلسلہ بھی ہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم کی ذات کو اسلام کا مورث اعلیٰ بھی سمجھنا چاہیے کیونکہ آپ ہی نے اس جماعت کا جوازہ حق میں ان کے پیچھے آئے سب پہلے ”اسلم“ نام رکھا۔ قرآن مجید میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ہوسما کھڑا مسلمین من قبل اودان کا دعا بھی بارگاہ الہی میں مذکور ہے و بنا دا جلتا مسلمین لک من در میتنا امة مسلمة لک

حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے اسحاق اور اسماعیل۔ اسحاق سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ ہیں اور اسماعیل ہمارے رسول محمد مصطفیٰ کے دادا بن ہیں سے ہمارے رسول کا خاندان شرافت دوسرے سلسلہ سے الگ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کچھ خاص داخلی اسباب کے باعث حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند اسماعیل کی شیر خوارگی کے علم میں ان کے ماں باجوہ کے ساتھ مکہ کی زمزمین پر پہنچا دیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں خانہ کعبہ ہے اس خانہ کعبہ کی تعمیر ان ہی باپ بیٹے ابراہیم اور اسماعیل نے کی۔

خانہ کعبہ بن کر تیار ہوا اور تمام اطراف ملک کے لوگوں کا فقط اجتماع بن گیا۔ یہاں مرکزیت شروع ہوئی آل ابراہیم کی۔ یہی خانہ کعبہ کے بانی۔ یہی خانہ کعبہ کے محافظ اور کعبہ کے

اس وقت عبدالمطلب بارگاہ الہی میں دست و دعا بلند کیے ہوئے تھے۔ نتیجہ معلوم ہوا کہ خدائی لشکر نے اہل بقیل کو برباد کر دیا۔ یہ تھے عبدالمطلب جو محافظ حرم بھی تھے اور حافظ حرم بھی ثابت ہوئے عبدالمطلب کے دو بیٹے تھے۔ عبد اللہ اور ابوطالب عبد اللہ نے اسمعیل کا درجہ حاصل کر کے ذبیح کا لقب لیا یعنی ان کو بھی عبدالمطلب نے منائے الہی کے لیے قربانی کے محل پر پیش کیا تھا اور وہ بھی فدیہ پاکر ذبح سے محفوظ ہوئے۔ مگر ان کا انتقال باپ کے سامنے ہو گیا اس لیے عبدالمطلب کے تمام امتیازات ابوطالب کو حاصل ہوئے۔ ابوطالب شیخ ابیطہ راؤ سرور قریش مشہور ہوئے۔ دیکھیں خصوصیات جو کچھ رہے تھے کس طرح کئے آتے ہیں ایک نقطہ پر ابوطالب حامل ہیں تمام سماریت انبیاء، تمام امانتوں کے جو ابراہیم کی جھوٹی ہوتی تھیں جو اسمعیل کی متروکہ تھیں اور سب بڑی امانت وہ رسول کی ذات تھی اور اس طرح حقیقی امانتیں رسول کی ذات سے متعلق سمجھی جاسکتی ہیں ان سب کی حفاظت قدرت کی جانب سے متعلق ہوئی۔ تاریخین بتلاتی ہیں کہ ابوطالب نے کس شان سے امانتداری کے فرض کو انجام دیا۔

اب آپ دیکھیں کہ زمین شرف کس آسمان پر پہنچتی ہے آل ابراہیم، آل اسمعیل بسل قریش آل ہاشم کی جنتی عربین تھیں وہ ایک مرکز پر طو ان کر رہا ہیں۔ ابوطالب نے حضرت محمد مصطفیٰ کی پرورش میں جان کو جان نہ سمجھا انھوں نے اپنی اولاد کو رسول پر جان نثاری کی شوق کرائی۔

اس وقت جب یہ لوگ شعب ابوطالب میں محصور تھے تو اس خیال سے کہ کہیں دشمن شعب کو چانک حملہ کر کے حضرت محمد مصطفیٰ کو قتل نہ کر دے ابوطالب آپ کو ایک بستر پر رہنے نہ دیتے تھے بلکہ اپنی اولاد کو باری باری آپ کے بستر پر لٹاتے تھے اور آپ کو ان کے بستر پر متعلق کر دیتے تھے۔

اس کا مطالب یہ تھا کہ محمد کے بدلے جو بھی میرا فرزند

قتل ہو جائے۔ کوئی پرواہ نہیں مگر رسول کی جان بچ جائے اس ذوق قربانی کو بھی یاد رکھیے گا۔ یہ بھی کس کی خاطر ہو چاہے کئے محمد کی خاطر اور چاہے کئے اسلام کی خاطر۔ ابوطالب کی آغوش میں حضرت محمد مصطفیٰ کی جب تربیت ہو رہی تھی۔ ابھی آپ کی عمر نو جوانی ہی کی منزل میں تھی کہ آپ کی سچائی اور امانت داری کو تمام عربوں نے تسلیم کر لیا اور آپ کو صادق اور امین کا لقب دیا۔ یہاں تک کہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھنا شروع کیں اس کے علاوہ اہم معاملات میں آپ کے تعقیب کو قابل قبول سمجھا۔ خانہ کعبہ کی حرمت کے موقع پر حجر اسود کے رکھے جانے کا قلعہ مٹا دیا۔

محمد مصطفیٰ کی عمر ۳۳ برس کی تھی اس وقت ابوطالب کے یہاں وہ فرزند پیدا ہوا جس کا نام تھا علی۔ ابھی علی چار پانچ برس کے ہون گے کہ مکہ میں تھوڑا اور ابوطالب اتھادی کا لائف میں مبتلا ہو گئے آپ کے بار کو کم کرنے کے لیے محمد مصطفیٰ نے علی کی پرورش اپنے متعلق کر لی اب علی محمد کے آغوش تربیت میں تھے وہ دس برس کے تھے جب حضرت محمد مصطفیٰ اس پیام کے پہنچانے پر مامور ہوئے جس کا نام اسلام۔ یہ پوچھنا صحت و اقدار کے لحاظ سے اصول فطرت کے خلاف ہے کہ علی نے اس پیام کو کب قبول کیا؟ وہ تو رسول کے ہر وقت ساتھ تھے اور آپ ہی کی تربیت میں تھے اس لیے ہر ہر وقت جو رسول کا رہتا تھا وہ علی کا تھا۔

عمر کے لحاظ سے ابھی علی بچہ ہی تھے اور تربیت سے بے نیاز نہیں تھے اس لیے مجھے کہنے دیجئے کہ اب رسول کی آغوش میں دو چیزیں پرورش پا رہی تھیں ایک اسلام اور دوسرے علی۔ علی اور اسلام وہی وابستگی تھی جو ایک آغوش میں رہنے والے دو بچوں میں آپس میں ہوتی ہے رسول کو اپنے پیغام کی اشاعت میں بڑی تکلیفیں دی گئیں۔ کوڑا کرکٹ سر پر چھینکا گیا۔ پتھروں سے جسم جرح کیا گیا

اس سب سے آپ نے گوارا کیا۔ کاش کہ اسے لیے اسلام کی خاطر آخر میں سب آپ کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور ایک بڑے رات کے وقت آپ کو قتل کر دیا ہو۔

رسولؐ نے سنا کہ لیا کہ وہ اپنے مقاصد کی حفاظت کے لیے مکہ معظمہ کی سرزمین کو چھوڑ دیں اور مخفی طور سے رات کے وقت نکل کر مدینہ چلے جائیں۔ اسی کا نام ہجو ہے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالبؓ کو تر کیا کہ وہ آپ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو رہا ہے۔ علیؓ بستر پر سو رہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں یعنی ہولی تلواروں دشمنوں کی اور گرد موجود تھیں سب قتل ہی کے ارادے سے آئے تھے۔ یہ تو اتفاق کی

بصورتی اور قدرت کا انتظام ہی کہ علیؓ کی جان بچ گئی ورنہ سامان قتل کا مکمل تھا اور علیؓ اپنی جان دے چکے تھے۔ یہ کس کی خاطر ہوا۔ صرف اسلام کی خاطر۔ رسولؐ کی ایک بی بی تھیں۔ فاطمہؓ ہر اچھی آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال آپ نے اپنی

اس بی بی کا عقد علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ کر دیا۔ اب آپ جانتے ہیں فاطمہ کون ہیں؟ دخترِ علیؓ اسلام و دخترِ پیغمبرِ اسلام اور علیؓ کون ہیں؟ محافظِ اسلام۔ مجاہدِ اسلام بلکہ فدیہٴ اسلام۔ انہی دونوں علیؓ اور فاطمہؓ کے فرزند تھے حسینؓ۔

اب کیا حسینؓ بھلا سکتے تھے اپنے خاندانی خصوصیات و قدیم روایات کو؟

حسینؓ نے دیکھا نہیں مگر کافون سے سنتے تو رہے کہ ہمارے مورث علیؓ ابراہیم خدا کی رضا کے لیے بیٹے کے ذبح پر تیار ہو گئے ہمارے پروردگار عبد المطلبؓ نے بیٹے عبد اللہؓ کو قربان گاہ عمو دیت میں پیش کیا جس نے سنا کہ پیغمبرِ اسلام کے سینہ سپر رہے میرے دوا ابو طالبؓ۔ پھر اسی اسلام کے لیے چھڑکھائے حیرت انگیز

رسول اللہؐ نے حسینؓ نے سنا کہ جب اسلام کا حفاظت کا مسئلہ پیش تھا تو تلواروں کے حصار میں بستر پر کون لیٹا تھا؟ میرے باپ علی بن ابی طالبؓ پھر ہر سخت موقع پر اسلام کے لیے جہاد کس نے کیا علی بن ابی طالبؓ نے کیا ان تمام واقعات اور قدیم روایات کے ہوتے ہوئے حسینؓ یہ نہ سوچتے کہ اب اسلام پر وقت پڑا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

بچے جب اپنے بزرگوں کے حالات سکتے ہیں تو ان میں بچپن ہی سے ولولہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں حسینؓ بچپن سے ولولہ رکھتے تھے۔ منتظر تھے اور مشتاق تھے کہ اسلام کی خدمت کا کوئی موقع آئے تو میں بھی اُسے کر کے دکھاؤں۔ آیا وقت اور سال ۶۱۰ھ میں حسینؓ کو اُس اسلام کی خاطر وہ سب کچھ نذر کر دیا پڑا حجاز کے پاس سرمایہ تھا۔

انھوں نے آئی بڑی قربانی پیش کر دی جس کی نظیر نہ اس کے پہلے نظر آتی ہے۔ نہ اس کے بعد آج جبکہ اس واقعہ کو تیس سو سال پورے ہو رہے ہیں وہ اُسی طرح ندرت اور عظمت رکھتا ہے جس طرح اپنے وقوع کے موقع پر دکھاتا تھا اور اسی لیے آج تک دنیا اُسے یاد رکھتی ہے اور اس وقت تیار رہی ہو رہی ہے کہ اس کی سیر وہ صد سالہ یادگار بنے وسیع پیمانہ پر قائم کی جائے۔

آج جبکہ اسلام کو بڑی ضرورت قربانی کی ہے اس یادگار کا قائم کرنا مسلمانوں کے لیے حیات بخش ہے دیکھنا ہے مسلمان اسے اس فرض کو کس طرح انجام دیتے ہیں۔

آئندہ اشاعت کا انتظار کیجئے

۱۰ فروری کا پرچہ جو تعطیل عرم شامی نہ ہوگا ۱۲ فروری کے اجا میں بقیہ اہم ترین خاصا میں اور نظریں مدح ہو گئی جو عرم شامی پرچہ میں

شہادت امام حسین علیہ السلام سے انقلاب فہمی

مکمل لائٹ جناب مولانا سید احمد صاحب مدظلہ

کامیاب ہوئی ہے تاکہ بناء لا ادر است حسین۔

اسی طرے خود رسو خدا نے اس مختصر و بلیغ ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے حسین فہمی و امام حسین احب القوم احب حسین و البغض حبیبنا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں (یعنی حسینی تمام شہائے زندگی رسولی ہیں اور رسولی شن کی کامیابی حسین سے ہے) خدا اور اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسین کو دوست رکھے (تشیخ علیہ) امام حسین کی شہادت سے وہ ردیوشن اور انقلاب فہمی و فکری پیدا ہوا نہ صرف عرب میں بلکہ عالم انسانیت میں جس نے رسولی اسکیم کو اقوام عالم سے کسی نہ کسی شکل میں نبوہی لیا۔

مرکز رو حایت مکہ و مدینہ کی حومت کو تو تیریری نہ کر کے بچا لیا اور ان و امان کی جگہ کو چھوڑ کر جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عالم کو مراکز رو حایت کو سیاسی اکھاڑا نہ بنانے کا سبق دیا اور کر ملا کے ریگستان میں جان دیدی حسین کے خون کی از روئی سے حجاز کی چھلکتی ہوئی اسلام پر دروں سے زمین ٹس سے مس نہ ہوئی اور یہ نہ سمجھے کہ جو تو خود اور مسلمان گوشت و پوست رسول کو مٹانے میں اس قدر بیباک ہے وہ شہادت رسول کا کب احرام کر سکتا ہے حسین کو مدینہ اور مکہ میں روکنے والے بعد کو سمجھے جب مکہ و مدینہ بے حرمت و تاراج ہو لیا۔

حسین کا جان دیتے وقت تمام شب عاشور عبادت الہی میں بسر کرتا اور تیروں کی بوجھار اور زبرد خنجر قاتل ناز و ہر و مصر کو اور خزانہ حتیٰ کہ نوک نیزے پر بھی دکر اٹلی سے غافل نہ رہا

سایکہ کو بی کا مسلم مسئلہ ہے کہ ہر قومی جموں کے بعد ایک انقلاب فکری و فہمی ہونا ناگزیر ہے اور آج تاریخی اس کے شاید میں تاریخ عرب کا معاشی، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی، اجتماعی جموں و تاریخ و انوں سے پوشیدہ نہیں ہے ایسے راتوں میں ایک طوفانی جموں کے بعد اقوام عالم میں فکری و مدبرین و مصلحین پیدا ہوتے ہی رہے یہ قانون الہی ہمیشہ جاری رہا ہے بعض قومی تعمیر اور انقلاب فکری میں کامیاب نظر ہر نظر ہر ہوئے اور بعض فی خیر اور سطحی نظروں میں نا کامیاب ہوئے لیکن ادنیٰ کامیابی اس صورت میں ہو کر رہی کہ ادنیٰ اسکیم آئندہ مصلحوں کے لئے اینٹ گارے کا تعمیر قومی میں کام دیتی رہیں حضرت خاتم النبیین کا پر وگرام بشکل قرآن و احادیث و عمل و جذبہ تو اس طرح سے کامیاب رہا جس کو تکمیل کو قرآن نے ازل الیکت سے واضح کر دیا کیا کہتا ہیں مکمل اسکیم کا جس میں ترمیم و تیشیج کی ابد الابد تک کے لئے کنجائش نہیں ہے اور ہر ماحول اور ہر ملک کے لئے مکمل کو ڈھسے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ظاہری کامیابی رسول خدا کو اپنی ہی نہ ہوئی کہ اپنے مولد و نشا وینے کو معظ و مدینہ منورہ کے تمام عربوں میں مکمل انقلاب فہمی پیدا فرما سکے بلکہ تاریخیں تبارہی ہیں کہ بجز خدا نے انہوں کے رسولی خدمت میں حاضری دینے والے بھی اپنی و ذہنیت نہ بدل سکے جس کو قرآن مجید نے مخصوص وقتوں اور سورتوں کی شکل میں صاف صاف منافی ہر ہر بتایا اور خود رسول نے بار بار منافقت کا ادنیٰ اعلان کیا رسولی مکمل اسکیم تو شہادت امام حسین سے

خدا پرستی و سیادت پرستی کی اہمیت کا اعلان مختار۔

انہی بے زنجیری اور پارہ پارہ پیراہن کو پہن کر زینت دنیا کی
دہنجیاں اڑا دیں۔ روزگار مشورہ تاقہ بلند پر سوار ہو کر توجہ
سے کو ہزاروں نیرید یوں سے ہر امتدق حاصل کر لی کہ نہ حسین
نے کسی کا مال چھینا نہ حلال الہی کو حرام کیا نہ حرام الہی کو حلال
کیا نہ کسی کا حق مارا نہ کسی کو قتل کیا حسین کی معاشی انتہائی
معاشرتی زندگی کا یہ ادنیٰ گوشہ تھا کہ جانی دشمن تک اقرار
کریں۔ جان بھر کی تکلیفیں اٹھا کر گردن گٹائی اور عالم بھر کو
سبق پڑایا کہ مال و زر و دھن گیری اور مادی دنیا کی واسطے
جان دینا سہرا م موت ہے نہ شہادت ہے نہ قربانی ہے جانے
کی مستحق ہے۔ اصلاح حال انسانی اور خدا پرستی میں جان
دنیا اصلی قربانی و شہادت ہے۔ یہی تو رسولی اسکیم کی روح
تھی جس کے تحفظ کے لئے امام حسین نے جان دی اور روح اسلام
کو زندہ کر لیا۔

جس سے عالم میں صحیح انقلاب و ذہنیت پیدا ہوا قیدی
قید خانے توڑ توڑ کر تخت و تاج اموی اٹھنے کا تہیہ کر کے
بھلے پڑے پشتینی دشمن بنی ہاشم کے اموی خاندان میں
معاذ بن یزید بن معاویہ کی ایسی ہستی پیدا ہو گئی جس نے
اپنے تخت شاہی سے پہلی تاریخی تقریر میں بنی امیہ کی ناقص کوشی
باطل پرستی کا دل کہوں کر خاک اڑایا۔ خلیفہ عبدالعزیز اور
دیاسک نے اس تخت و مملکت میں بیٹھ کر ظلم و استبداد دبدب
کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں شہادت حسین نے حسینیوں میں وہ
زبردست انقلاب برپا کیا کہ دیا تمام دنیا کے سفالوں طاہلوں
دشمنوں کے ٹوٹے ہوئے پہاڑوں کو برکات کے پیرا پر
بھی نہ سجا اور ہر ظلم و فحش پرستی کے بعد بھی آگے ہی قدم
بڑھاتے گئے اور پیچھے گھٹنے کا نام نہ لیا یہاں تک کہ وہ
شریف النفس قوم رسولی دشمن کی ایک اہم کڑی بن گئی
اور قول امام کی تصدیق کر دی شیعتا تہ علقوا من
خاضعہ لطنیتنا، شیعوں کی خلعت تو چا رہی

ہی بچی ہوئی مٹی سے ہوئی ہے اس کے خواص آثار اعمال
و انحال جتنک اس طینت طیبہ سے لے جلتے رہیں گے
اور حسنیہ پر باقی رہیں گے علم اسلام سرنگوں نہیں ہو سکتا
اور یہ ذہنیت جب تک اون کیسں صحیح طور پر باقی رہے گی
نہ اسلام حقیقی مردہ ہو سکتا ہے نہ شیعت جو مراد نہ اشت
ہے فنا ہو سکتی ہے کتنی بھی ظلم کی تاریک گہائیں اڑیں اور
کتنے ہی خون سیلاب آویں بشرط یہ ہے کہ حسنیہ پر
بھی رہے۔

امام حسین کی شہادت نے جو انسانی ذہنیت میں انقلاب عظیم
پیدا کیا اس کے چند نمونے اختصار احسب ذیل ہیں
(۱) ملوکانہ جلوسوں اور شاہنشاہانہ مظاہرہ کی جگہ عزاداری
کے جلوسوں لے لی اور ان مادی جلوسوں سے بدرجہا نیرید عزاداری
کا جلوس جو روحانیت میں لڑا ہوا ہوتا ہے قابل احترام
ہو گیا۔

(۲) سلاطین کی مسرمانہ زندگی اور لہو و لعب کے ساتھ ساتھ
ایک مہارون کے خزانے کی روحانی زمرے میں بھٹ کا زریں
گوشہ لے سکی۔

(۳) امراء کی خود داری و خود نمائی و شخصی برتری کے لئے
ایک ایسا موقع ہی فراہم ہو گیا کہ غریب کے دوش بدوش و لاغیر
و سادات برتیں اور سر بر منہ و بر منہ پا جلوس عزاکے ساتھ پا
پیارے علیوں اور فرشتہ عزاکے برادر بھائیوں

(۴) موسیقی و غنائی لہوی محفلیوں کا چند روزہ انوار کے صفائی
پر سوز و خونی مجلس ہوں اور بجائے خوشی و فرحت و انبساط
کے رونے لانے کا دہنہا ہو۔

(۵) راجہ و نوابین و امراء و سلاطین کے مسرمانہ و ملوکانہ
لباسوں کا اٹار کے شمال عزاکا استعمال ہوا اور طلائی و فخرہ
زیورہ کی جگہ تھکڑیاں اور سوتلی ٹاڑے پہنے جا دیں

(۶) حقیقت اور ذلیل پشیوں کو حسین کی بدولت ستار اور
پیکہ نیکو کہ سلاطین و امراء و عزت قرار دیں اور پیشہ دری

کی دولت کو عزت کے چار چاند لگا کر اقتصادی صحیح پیشہ داری کی راہ کھلی۔

۱۷، جھوٹے قلعے کہانیوں سے دل بہلانے والوں کے لئے جیسیں کی سوز و گداز بہری سبق آموز داستان کو جگہ ملی۔

۱۸، حاشی لفظوں اور جھوٹی تعریفوں کی بگڑاؤ، حقیقت غزلوں کی جگہ مرثیہ گوئی، ونوع گوئی سے ادب میں ایک بہترین اور دریں روحانی، دہیت کا، عائدہ چو افریادب کو دیوان حاشہ پر اور نازی ادب کو شامیہ فودوسی پر نازد تھا اب قریب قریب

اکثر زبانیں ہزاروں دیوان حاشہ اور شامیہ مہینہ رزم و رزم کی قلیں پیش کر رہی ہیں۔

۱۹، لکڑا، دھنپا، اپنی خوش بیانی اور تقریروں سے بڑے سے مجمع کو سحر کر کے فصاحت و بلاغت کے ڈنکے بجواتے تھے امام حسین کے ذاکر، دل مقرر و خطیبوں کی فصاحت و بلاغت کے آج غیر اقوام کے لکچرار معترف ہیں اور اسی ذاکر کی سے فائدہ اٹھانے کے لئے دور دور دراز مقامات پر مجمع ہو کر حیات اجتماعی

اندرواداری و محبت و اخلاص کے مظاہرے کرتے ہیں۔ شہادت امام حسین نے غیر اقوام کو باہم مل بیٹھنے کا مودہ نکالا۔

۲۰، مہندستان میں "مسٹر بیوم" نے لاٹو، زخون و سراسر ہند کی مدد سے اٹلین نیشنل کانگریس کی مشعل ۱۹۱۵ء میں اس غرض

سے بنیاد ڈالی، تاکہ عالم و محکوم کو ایک دوسرے سے آگاہ رکھے ۱۹۱۵ء تک کانگریس کا معمولی ردیہ عرض و سروض

کا ردیہ اختیار کیا اور نہ ہر بونگ بجا یا نہ حکومت و اقوام عالم کو چیلنج دیئے نہ معاہدہ نہ ردیہ اختیار کیا بلکہ جینی مظلومیت

اور خالص حسیت کو پیش کر کے ایک نیشن بنانے میں اقوام عالم میں وہ کامیاب کوشش کی جس سے مذاہب عالم نے

حسین کے نام پر ایک پلیٹ فارم رجوع ہونے کو سوشل زندگی کا بہترین ذریعہ سمجھا، ہر بونگ بستان کے وہ کون قوم

سے کہ شیخ مجلسی زندگی سے علیحدہ کر گئی ہو حاکم و محکوم کے تعلقات بھی استوار رہے اور بین الاقوامی برادری و

ردا داری بھی قائم رہی۔ لیکن جیسے حکومت نے جنگا مسہ پرتوں اور ہٹر بونگیوں کو خاموش کرنے اور ملائے رکھتے کے واسطے اپنی پالیسی کو بالا اور مظلوم حسینی قوم کو بالا اور پینا شروع کیا، اسی وقت سے نہ بین الاقوامی خوشگوار رہی اور نہ حکومت و محکوم شیعوں میں ہم آہنگی رہی۔ ہم کو نہ تو اقوام عالم کو تاریخ شیخ کی درت گردانی کرنا منظور ہے نہ حکومت کو جو کچھ کہنا ہے شیخ قوم سے جو مختصر ایہ ہے کہ "شیعوں کی مجلسی، انفرادی معاشی و معاشرتی اقتصادی

سیاسی، اخلاقی، مذہبی، تمدنی، غرضیکہ ہر شعبہ زندگی کا مدار اور اساسی حسیت ہی ہے اور ہر مرض، معیبت و فحشیت و تکلیف، کی شکاری و احسینیت ہی ہے ہر علاج کو حسینی کا ہاں فکھادت میں بخور دیکھنے سے تم کو پتہ ملے گا اسی حسینیت پر تم کو پیدا ہونا اور مرنا ہے۔ اور ہر دور اور ماحول میں حسینیت ہی تمہاری حفاظت و زندگی کی ضامن ہے جس نے ہزار ہا سال سے تمہاری حفاظت ہی نہیں کی بلکہ تم کو ایک کار آمد قوم بنا دیا حسینیت کے صحیح سبقوں کو اپنی زندگی کا لایحہ عمل رکھتے ہی میں تم زندہ قوم رہو گے ورنہ ہلاک و فنا ہو جاؤ گے۔

دُعا ہے

خدا! اب محمد حسینؑ کی شہر کا پورہ
جب سبیل امین بنو امیں بھی ہوں
سلمانؑ کی طرح صبح سراسیمہ بھی ہوں
بچوں درنہ کسلین سے لائے حنبت کے
تراج شہ عقده کشا میں بھی ہوں

”واقعہ کربلا کی سمیت“

(عالم نیاپٹ ڈاکٹر سید نجم الدین احمد جعفری صاحب - برسر - ایٹ - لا)

کہ نبی کے جزو نظام بن کر گئے۔ سچائی کی جگہ عیاری نے لی، سادگی ترک، احتشام سے بدل گئی، حق کی جگہ جھٹل کا پرچم لہانے لگا۔ نسیانہ جزو معاشرت بن گئے۔ حق و عدل مٹ گئے، عداوت کا دھبہ لگا، عداوت کی اہلیت کی سنگینیت بھی اُن کو نہ ڈرا کی۔

کہاں تو وہ زمانہ کہ نبی کریم جیسے شخصیت ہوتے ہیں اسلام کی جڑیں ابھی مضبوط تھیں، بین مکر، کی تنظیم میں پرکھوڑ دیتے ہیں اور کہاں امیر معاویہ کا یہ رویہ کہ وہ اپنے لڑکے کو اپنا جانشین نامزد کرتے ہیں وہ تو یہ کہنے کے مقابلہ ایک ایسے شخص سے تھا کہ عالی ظرفی اور ایسا جس کی گٹھی میں پڑے تھے اور جو ان کا دشمن تھا۔

حضرت امام حسن نے ہر قسم کی دنیوی خواہشات و ترغیبات سے منع فرمایا تھے۔ سید مکر و کینہوں اور ایک بڑی کشش سے بچا لیا اس طرح انھوں نے اپنا درجہ بہت بلند کر لیا اور اس وقت اسلامی کشش مل گئی اگر حسنہ کتب تک ملتی۔ کربلا کے واقعات ہونے کو تھے ہوئے ان کی تفصیل کچھ ہو لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ امام حسن کو فتنے، مودرن خاندان اور زندہ کے گئے اور کربلا کے مقام پر وہ مسلم و عدوی کا شکار ہوئے اہل مدینہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو ان میں یزید کے خلاف سخت جوش پیدا ہوا۔ یزید نے اس کے دبانے کی بہت کوشش کی مگر کھلبانی نہ ہوئی اور استبدادیت پر ایک کاری ضرب لگی۔ ایران میں بھی اس واقعہ کا بہت گہرا اثر ہوا۔ ان کی ہمدردی اس وجہ سے دو بالا ہو گئی کہ امام حسین کی وجہ محترمہ (شہر باز) شاہ ایران کی بیٹی تھیں۔ اس واقعہ نے اہل ایران میں جلدیہ و ملتیت پیدا کر دیا اور وہ آٹا اٹھرا کہ اس نے آخر میں بنی امیہ کے قصر سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور عباسیوں کو برسر انداز کر دیا۔

امیر علی نے سچ کہا ہے کہ امام حسین کی شہادت عظمیٰ نے انہائے اسلام میں ایک بہت ہی نئی پھیلا دی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات

شخصی نظام سلطنت کی تاریخ کے جس ورق کو پڑھ کر دیکھیں، خرابیوں اور خود غرضیوں کی مثالوں سے بھر پور نظر آتا ہے۔ ہنسائے سہمی کے جس گوشہ میں نظروں کو شخصیت و استبداد کے ایسے لرزہ نیزہ المذاک منظر دکھائی دیتے ہیں جو تہذیب و ثقافت و فطری آزادی کے لئے سم قاتل ہی نہیں بلکہ انسانیت سوز ہیں۔

دنیا میں بڑے بڑے انبیاء، ریلے، مراد، شی کے ان کمزوریوں کو دور کرنے کیلئے آئے مگر ان کا اسناد ہو سکا۔ اسلام جس وقت دنیا میں آیا تو شخصیت و استبدادیت کی ظلمت صرف ریاستوں اور حکومتوں پر ہی مسلط نہیں تھی بلکہ وہ ہر شخص کو غلبہ طاقت سے کچھ بھی استیلا و نفوذ حاصل تھا وہ اس کے ناجائز استعمال کے لئے پوری طاقت صرف کر رہا تھا۔ خود پرست انسانیت نے اپنے دل کی خیالات کی بروی، ذاتی اغراض کی تفصیل اور ناجائز خواہشوں کی تکمیل کے لئے اپنے اہم ترین اور عوام الناس کو بدور دھکے دیئے تھے۔ حضرت مصطفیٰ و کرمذراہمان متقی کے ان جہتوں کی پرورش کے لئے مجبور تھے۔ اسلام نے اس چیز کو شدت سے محسوس کیا اور استقلال و پامردی کے ساتھ اس کو شانے کی عملی کوشش کی۔ نزول اولیٰ کا عہد سعید اس حقیقت کا روشن ترین آئینہ ہے۔

جمہوریت کا جو نظام، آزادی، فکر و رائے کا جو نظریہ سادگی و مساوات کا نواہ مجاہد اسلام نے پیش کیا ہے اس کی پاکیزگی کا غیور نام کو بھی اعتراف ہے۔

”گنیم اسلام کے فردوں اور ان کا ذکر کرنے ہوئے کیا خوب کہتا، ”ان کی سادہ اور بے لوث زندگی ان کے اخلاقی و عادات کا نتیجہ تھی اور ان کی سادگی شامان و ام کے شان و اقتدار کو شرمندہ کرتی تھی۔“

یہ قرن زیادہ دنوں تک نہیں رہا اور نبی امیر کے آنے کے بعد سے تو اسلامی حقیقت صرف جزو تاریخ بن کر رہ گئی تھی و

معاذ ظاہر ہوتی ہے کہ حق کی حمایت اور اصول کی حفاظت کے لئے اکثر کئی قربانی کی گئی ہیں اور ان سے غیر حق کی تباہی مرتب ہوئے ہیں۔ سزا دینے تو ہم اور باطل پرستی کو مٹانے کے لئے زندگی کی کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ ہر کامیابی کی سچائی کی دنیا کو قائم کر سکی کہ اور تمام علم کو اپنے اصول کا گردیدہ بنا دیا۔ حضرت علیؓ پر یہودیوں نے جو ظلم و ستم ڈھائے یہ اطمینان کا نتیجہ ہے کہ عیسائیت نے حق و دنیا کے بیس خط کو گھیر لیا ہے۔ کربلا کی سفاکیوں نے بھی اسلامی تاریخ کو بدل دیا۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو غم گزشتے ہوئے اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ حضرت امام حسینؑ کے جسم سے دشت کربلا میں جھڑخون جاتا تھا اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اٹھکھٹکے، انور الم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور آج بھی ہماری زبان پر وہ اشعار ہیں جو حضرت عقیل بن ابی طالب کی صابریزادی اس واقعہ کے بعد پڑھا کرتی تھیں

مَاذَا تَعْبُدُونَ إِنْ قَالَ الْبَنِيُّ لَكُمْ
مَاذَا نَعْلَمُ وَأَنْتُمْ بَوَّاحُونَ الْأَمْثَلِ

یہ یعنی دریاہیں بہت مشتعل ہیں
وہم اسلمی دیم مڑھیں ابدہ

ترجمہ :- کیا کہو گے جب بنی کریم تم سے سوال کریں گے کہ اسے وہ جو سب سے آخری امت ہو، تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں۔

اس واقعہ سے ہمیں بہت سے سبق ملنے ہیں لیکن ہم اس دن بھلا۔ ایک دنیا کی کئی اصول پر عمل کر کے پھول جاتے ہیں۔ ہم اس واقعہ کی تاریخ صحیح طور پر نہیں پڑھتے ورنہ ہم کو معلوم ہو جاتا کہ یہ واقعہ صرف رونے اور رولانے کا نہیں ہے بلکہ حاصل کرنے کا ہے آپ جانتے ہیں کہ موت امام حسینؑ کے گد جا لے کا ایوانہ کیا تو آپ چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر نے مدینہ سے مداخلت کی، ابن عباسؓ نے خاص طور پر روکا مگر آپ نہ روکے۔ روائی کے بعد بھی روئے ہیں مشورہ شاعر فردوسی کا اور اس نے کوفہ کے حالات پر ایک

میں کافی روشنی ڈال دی تھی اس کے ایک سوال پر یہ کہا تھا کہ کوفہ والوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ظالم بنی امیہ کے ساتھ۔ پھر ذرو کے مقام پر کچھ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل جن کو آپ نے اہل کوفہ سے بہت لینے کے لئے بطور ہدیہ بخشا تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ نسل کر ڈالے گئے تو اگر اس واقعہ کا نتیجہ اور مقصد صرف رونا اور رولانا ہی ہوتا تو آپ شام کی طرف جاتے ہی نہیں یا راستہ سے واپس آ جاتے لیکن خدا کو تو اس واقعہ سے بہت دنوں میں اسلام کی عظمت کا گڑبڑ کرنا پڑا۔ ہم میں عزم و استقلال پیدا کرنا تھا اور ہمیں یہ بتانا تھا کہ اسلامی اصول کے تحفظ میں ہمارے ذمہ کی قربانی نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی حرمت قائم رکھنے کے لئے یہ کچھ ہوتے ہوئے آگے بڑھیں کہ۔ ع

خود وہاں بکھٹ اذہر شہر آدہ ام
اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ جائیں تو وہ لے دلائے سچا ہوتے
اپنے دلوں میں ایک ایسا سجادہ پیدا کریں گے کہ جس سے ہمارے
(محمد منہور) جو حضرت امام حسینؑ کو کربلا لگے تھے ہماری شاہراہ
عمل بن جائے گی۔

یاد

اشارات غم

خواب بزم آفتاب کی آبادی کا شاہکار ہے جس میں جدید طرز کے ۶۵ سو قریب نوے درج کے گئے ہیں۔ ان احوال میں کئی سائل اور تارک کے اُن دندانک لہذا کو شاعرانہ لفظوں میں دیکھار سے مرصع کیا گیا ہے۔ جو مظلومیت کو صحیح لباس میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں خواب بزم آفتاب کی مظلومیت کو صحیح میں ایسا کمال حاصل ہو کہ وہ محال آفریں واقعات کو بھی اس طرح سن سکیں گے جو بیان کرتے ہیں کہ سیرت عظیم کا فقرہ بھی سامنے آ جاتا ہے زیر نظر نوے نویں سیرت ایک اعلیٰ درجہ کے خطیب کا کام کرتے ہیں۔ ہندی اور بھارت کے نوے اپنے آپ میں بی نام میں خطبہ کا پتہ مصطفیٰ علیؑ، ہاشمی مسجد آفریں کھڑی ہوئے۔

حسین علیہ السلام

ما یحبنا بید عابد سی صاحب کمال و مدیر مسلم ریو بولگو
تباہی میں نہ لینے آچکا تھا آمنت جد کا
یہ کشتی ڈوب کر خوں میں نہ دیں نے نکالی ہے

ہو گئی کہ ہر طرف شرک اور کفر کی ظلمت نے خلقِ فطرت کے
دیدہ دل پر پہرہ ڈال دیا تھا۔ مشہور بانیانِ مذاہب کی
سچی تعلیم انسانہ ہو گئی تھی اور دینِ محض راہِ درسم کا نام
رہ گیا تھا اس وقت رحمتِ الہی کو جوش آیا اور جناب محمد
مصطفیٰ کو مبعوث فرما کر کائناتِ عالم کی اصلاح کی صورت
پیدا کی۔

کارِ لائل کا قول ہے: "جنہیں ہم روشن دماغ کہتے ہیں
وہ حقیقت میں دنیا والوں کے واسطے خدا کے بے بہا انعام ہیں۔
ان کی پاک روح فی الواقع آسمان سے پیغام الہی لئے جاتے
'مازہ' ہوتی ہے۔" پھر تحریر کرتا ہے: "اس سیاہ روشن چشم
فراخِ حوصلہ - کریمِ انفس - معاشرت پسند اور دردمیتر ہے
دل والے بادیہ نشین کے خیالات جاہِ طلبی سے کوسوں دور تھے
اس شخص کی عظمت میں شانِ ان کی شانِ نظر آتی تھی اور اس کا
شر - ان لوگوں میں تفاہن کا شکار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں
ہو سکتا۔ درجہ شرفِ اعلیٰ لوٹ اور سچے ہوتے ہیں۔ دوسرے
لوگ تنگمانہ مسائل اور سنی سنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار
بیکردل کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اس شخص کو تشکیں ان
باتوں سے نہ ہو سکتی تھی۔ وہ اپنی روح اور عالمِ شہود کے
مظاہر و قہمی کے ساتھ عرصہ کائنات میں اکیلا کھڑا ہوا تھا۔
حیاتِ عظیمہ انسانِ علقہ کبھی اسکو اپنا ڈراولی نہ دیت
دکھاتا تھا۔ دیکھی۔ اپنے نور کی بھٹک سے اسکی آنکھوں میں
چمکا چوہہ پیدا کر دیتا تھا۔ انا الموجد کی ناقابلِ اعتراض حقیقت

تیسرا ظلم اپنی حد سے گزر چکا تھا۔ جب طاقت کا
شہرہ درخشاں نہ تھا اس زمانہ کو از خود رفتہ بنا دے۔
حسن کے آفتابِ باطن کی گھٹکی گھٹکی چھا جائیں جب
رکے گئے کسی فکر میں کفر و ظلمت کی آندھیاں چلنے
پھرنے لگیں۔ جب بدی کی فوجیں نیکی سے برسرِ بیکار ہو جائیں
بے نقص عالمِ امن و امانی ہونا نہ ہو۔ مجھے کئے اقتدار
بالکریے تو غیرتِ حق کا یہ تقاضا ہے کہ وہ ظلمت کے
سلسلہ سے کوتاہی نہ کرے۔ باطل کی فرعون سامیوں کو
کلیں مرنے کے لئے اور کفر کے دہن بواہر سویا رہے نہ
دی گئے نہ کئے اور دین کے آئین میں ایسا انسان
ہو کرے جس کی تسبیحِ جہد و جد اور سرفروشانہ قربانی اور
ادائش سے نظامِ عالم قائم رہے۔"

جس وقت سردارِ دو عالم مبعوث ہوئے ہیں
مظالمات کی آندھیاں جل رہی تھیں۔ دینِ عیسوی مصر دیا
تانیوں اور رومیوں کے عقائد سے مل جل کر ایک طرفہ مجون
نہ تھا جسکو قسطنطین نے اپنے مالکِ محروسہ میں بہ زور
شیر پھیلا دیا۔ ہر طرف تشکیلی کی منادی ہو گئی تھی مغربی
بنیاشانی اور قبطیہ اور جنوبی عرب میں بابِ مبارکِ روحِ القدس
دور دور ہو گیا تھا۔ ایران اور اس کے توابعات
اور اورام میں تقسیم ہو گئے تھے۔ باقی مالکِ جہنم
پنا اور ہندوستان میں سیکڑوں دیوتاؤں کے
بارے قائم ہو گئے تھے۔ بہ وقتِ انبیا کی یہ حالت

نہ سب کے آدمی سے دریافت کیجئے تو صاف کہتے گا کہ میں توحید کا قائل ہوں۔ آنحضرت ہی کا پیغمبر ہے جس نے توحید کو اس درجہ کامل کر کے راسخ کر دیا۔ زمانہ لاکھ قریب گزر چکے مگر توحید قرآنی کے درجہ سے آگے کوئی درجہ بجا نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عالم میں ہزاروں انقلاب پیدا ہوں اور اہل اسلام خداونداتہ منسوب ہی کہوں نہ ہوں مگر لا الہ الا اللہ کے طیب کے نوشتہ ازل کی طرح مناسبت رکھتے ہیں انہوں نے آنحضرت کے بعد فوراً ہی انقلاب کا زمانہ آیا اور آنحضرت کی ریاضت و محنت معرض خطر میں مبتلا ہو گئی۔ سفینہ اسلام ضلالت کے طوفان و تلام میں آ کر پڑا۔ مسند سالت پر وہ جینے لپڑت اور تنگ انسانیت استبدادیت کے ساتھ غاصب ہو گیا جس نے بالاعلان محفل رقص و سرود منعقد کی۔ شراب نوشی، نفس پرستی، زنا کاری جاری کی۔ نمار روزہ کا مذاق اڑایا۔ صحاب رسول کی توہین کیا۔ منہیات کو جائز قرار دے دیا۔ اور اس کے مذہب کا حال اور اسلام کی جو وقت مرسے دل میں تھی اس کے اس شعر سے واضح ہے۔

لعبت بنوہا شر بالملک فلا

ملکت جاع و کلا و حی نذل

بنی ہشتم پر نہ کوئی وحی آتی تھی نہ ان کے پاس کوئی شریعت آتا تھا بلکہ ان لوگوں نے تو ایک کھیل کھیلا تھا اور ہم

ابتداءً آفرینش سے لیکر آج تک۔ روز ازل سے نیکر اس دن تک۔ از آدم تا انیم اس مقدس اور جہانک فہرست میں جس میں ہلال کے تمام مابوہ کے چور کو نہ والوں کا نام دیتے محمد و آل محمد کے جوان و پیر اضافی و مخدرات کا اسم اقدس زریں حروف میں نظر آئے گا۔

میری نظروں میں اس وقت مذہب عالم کے عظیم ادیان کے شہداء کی فہرست موجود ہے۔ مجھے کوئی نظر نہیں آتا وہ گوتم بدھ کی ذریت ہو یا زرتشت یا مسیح یا عیسیٰ یا

کفایت ہو احباب جو سب کے گھٹنے فالوں کی ہوا جناب عیسیٰ سریم کے گھرنے کی ہو یا اور کسی مذہب کا بھی ہو اور اس کی عترت جو یا سقراط ہو جو کوئی ایسی مثال قربانی اور صبر کی پیش کر سکتی ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلیت علیہم السلام نے پیش کی ہے۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے سینکڑوں مذہب کے شیدائی ایسے گزرتے ہیں۔ ہزاروں تو ایسے ہیں جن کا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے اور جنہوں نے قربانیاں کی ہیں۔ جاں نثاریاں کی ہیں۔ اور شہید بھی ہوئے ہیں۔ ظلم اور شقاوت کے بیڑوں پر قدمیں رکھے ہیں لیکن آل محمد کے اور یا کھڑے شہداء و شہداء کے ہوس اعلیٰ معیار اور باعوم عمل کو جس نے حق کے نام کو اس قدر بلند کر دیا کہ لفظ کی بندش ختم ہو گئی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔

بس اتنا کہ دنیا کافی ہے کہ تمام خوبیوں کا مجموعہ جس پیمانہ پر تیار ہو سکتا ہے۔ نیکیوں کی بڑائی جس حد تک کی جاسکتی ہے تمام خصوصیات کی تصاویر جس اعلیٰ شان میں دنیائے ملتے کسی اہم میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بلکہ وہ ساری بڑائی اور تمام بلندی۔ وہ سب اچھائی جس سے انسان حقیقی انسان بن سکتا ہے بدرجہ اولیٰ اہلیت میں اگر نہ ملے اور اس کی زندہ معنی مثال شہداء و شہداء میں نہ پائی جائے تو پھر دوسرے جگہ تلاش کرنا جائز ہے۔

حقیق تاجدار نبوت کے نواسے تھے۔ علی کے فرزند تھے۔ فاطمہ کے پیلے تھے۔ عالم بھی تھے۔ فاضل بھی تھے۔ ظہری بھی تھے۔ قرآن صامت کی تفسیر بھی تھے اور قرآن ناطق بھی تھے۔ شجاع بھی تھے۔ بہادر بھی تھے۔ حلیم بھی تھے۔ سخی بھی تھے۔ عابد بھی تھے۔ زاہد بھی تھے۔ جیم بھی تھے۔ کریم بھی تھے۔ کر بلا میں آ کر نشہ بھی تھے۔ مگر نہ بھی تھے۔ زنجی بھی تھے۔ غم و زخم خوردہ بھی تھے۔ فکر مند بھی تھے۔ مگر راضی بہ خدا رہے بھی تھے۔ میراث رسول کے دل بھی تھے۔

اسلام جو دین الہی تھا اور رسول کی بعثت کا غایت تھا اسے
ترجمان اور محافظ بھی تھے۔ آپ دنیا کی تاریخ میں اپنی آپ
مثال ہیں۔ مذہب عالم میں جو اندوں مذہب اعظم کے
جاتے ہیں سبھی بدعت۔ پارسیان۔ اسرائیلی۔ اسلام ان مذاہب
میں بجز شہید کے بلکہ دوسری کوئی ایسی مثال نہیں پیش کی جاسکتی
سب سے کہ جو حق کی حالت میں مصیبت اور تکلیف میں گھر کو
اپنی جان کو اور اپنے گھر بھر کی جان کو اس طرح خوشی خوشی قربان
کر دیا کہ ملتے پریشان نہ آنے پائے۔ پائے ثبات میں
تزلزل نہ ہو۔ استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آئے اور اگر
ششما ہے کہ تیرنگے تو اس کے خون سے اپنے کو رنگین
دیکھ کر ازبغی کو دم توڑتا ہوا گو دیں پاکیزہ شکر خالق ادا کرے
پیاں و کر سگی کو اس طرح بھولا ہوا ہر کہ آب و دانہ کی یاد
بھی نہ ہو۔ موت سے اس طرح بغلیں ہونے کے لئے عین
ہونہ وصل یار سے تعمیر کی جاتے۔ مصائب کے کوہ کسب ساری
کے ساتھ برداشت کر گیا ہو۔ کڑیل جوان کو اڑیاں دھوٹے
دیکھنا۔ برابر کے شانہ بریدہ بھائی کے خنجر فتنہ سرگود میں
لیکر تعین پر رضا اور ای تمام مصائب پر سجدہ شکر کرنا۔
آف تک نہ کرنا۔ مافوق الانسان کا کام مہادر کائنات
عالم کی تاریخ میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ اور اگر ہے تو
دریت تاجدار اسلام میں ہیں قدر رشتے و دیعت کیا تھا
اور اس کا نظارہ کہ بلا کے میدان میں شہید اعظم ادرمان کے
ہا اور اصحاب نے عطا کر کے دکھا دیا۔

یزید پلید کے غلبہ خلافت کے بعد حسین کی آنکھوں کے
سامنے آغاز اسلام ہی کا منظر تھا۔ عظم اپنی حمد سے گزر چکا تھا
قوت کا گھمنڈ۔ استبدادیت کا فوز۔ حکومت کا فتنہ
اس غاصب کو غور کر رہا تھا۔ حق کے افق پر بھلن کی
گھنگور گھٹا چھا چکی تھی۔ نو۔ اسلام کے گم ہونے کی گھریں
یزیدی کفر و ظلمت کی آندھیلان چلنے لگی تھیں۔ بدی کی
فوجیں شام و کوفہ و روم سے فاطمہ کے بچے تاجدار اسلام کے

نواسے علی کے پینے حسن کے ساتھی کے ساتھ برسرِ کار۔
ہونے کے لئے امداد کر کے لگیں۔ فتنہ شام فوراً اسلام پر
نزعہ کر کے فنا کر دینے کے لئے اقتدار حاصل کر چکا۔
اس فتنہ پیچھے آخر الزماں کا نواسہ جس کی پہلی دنیاوی
غذا خود آنحضرت کا صاحب دین تھا۔ اور شیر خدا علی رضی
لی شجاعت و جرات کا وارث۔ خاتون جنت کی اغوش
کا پالا اور شیر کا پرورش پایا ہوا فرزند۔ حسن ایسے
صاحب بھائی کا قوت باز و جناب امام حسین علیہ السلام
اپنے نانا کی ریاضت رسالت۔ بابا کی شجاعت یاں
کے صبر و رحمت اور بھائی کے جذبہ صلح و توکل کے منظر سب
باطل کی فرعون سامانیوں کے مقابل آئے۔ اور جو کچھ اسلام کی
خدمت کے سگھے وہ وہ خدمت ہے جس کو کیا خوب کہا ہے
شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد و نداد دست دردست یزید
حقا کہ بنائے لا اگر است حسین

ڈاکٹری۔ اس۔ آر منڈل صدر تھو سو فیکل سائنسی
نے اسلام کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے جو یہ ارشاد
فرمایا ہے آج دنیا کی تہذیب و تمدن کا کیا انجام ہوتا اگر
اسلام نہ ہوتا اسی اسلام کا اور اسی کلمہ لا الہ الا اللہ
کی بنا حسین نے کمال خندہ پیشانی اور مستقل عزم کے ساتھ
سراپا دیکر کر بلا کے میدان میں فرات کے کنارے قائم
کی تھی۔ اور اسی سبب سے آنحضرت نے فرمایا ہے
حسین ممتی و امان النحسین۔

انسوس ہے کہ مضمون کچھ طویل ہو گیا ورنہ فرات و
ابیل کے تاریخی حالات میں غرض کرتا اور دکھانا کہ جس طرح
شہید اعظم اپنی عظمت میں بے نظیر ہیں یزید میں بھی اپنے
مصائب و آلام کے مرکز بنے رہنے میں خاص خصوصیت کوئی
ہے۔ ضرورت ہے کہ صرف تاریخی حالات سے اور الفاظ

کی رخت سے ہم مائشی لیکر قانع نہ ہو جا کر ہیں۔

اگر حسینی کلمائے کے مستحق ہیں تو خصوصیات حسینی سے اپنے کو مرصع بھی کریں۔ بد اعمالیوں سے پرہیز کریں۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے ذوق پیدا کریں۔ اپنے میں اتفاق و اتحاد اور اپنے قومی اداروں کو عروج ترقی پر پہنچائیں۔ اپنے جلوس کو براہِ احترام منظم طور پر لیجا یا کریں تاکہ میلک پر اس کا غناک اثر پیدا ہو۔ جلوس کے ساتھ ظرافت مذاق مسخر اپنی تفریح سے پرہیز کیا کریں، پان بیڑی گولیٹ نوشی بالاعلان نہ کیا کریں۔ اس ظاہری احتیاط کے ساتھ واقعی حسینی سیر بھی اخذ کریں۔ حسینی لکھ اگر بھائی کے ساتھ عباس کی وفات نہ پیدا کی۔ حسینی لکھ اگر مین کی عظمت نہ جانی اور مین بھی اگر زینبی جذبات سے محروم ہی۔ تو کربلا کے محیر العقول تحریک سے ہم نے کیا سبق لیا؟ حسین نے سرور زلفے کا ہم کے ساتھ جو الفت دکھائی ہم اس سے محروم رہیں۔ حسین نے اپنے فرزند اکبر کی جو قدر کی ہم اپنی تن پروری اور نفس پرستی میں حقوق فرزندان سے غافل رہیں۔ حسین نے جو حیرت انگیز واقعہ اور عفو کی بے نظیر مثال پیش کی ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ استدعا عفو پر بھی ایسے تھے رہیں۔ حسین نے تو اپنی خادمہ فضہ کے ساتھ آخری رخصت کے وقت طلب معافی جو سہو کی ہو اور ہم اپنے ملازمین کو سخت مزاجی اور دشنام دہی کے ساتھ غمی طلب کرنے کے عادی رہیں۔ حسین نے تو اپنے اصحاب کے ساتھ محبت فرمائی اور ہم اپنے احباب کے ساتھ منافقانہ سلوک کرنا مصلحت زمانہ سمجھا کریں۔ حسین نے تو اپنے جانوروں بلکہ دشمن کے جانوروں کے ساتھ رحمہ کی بے نظیر مثال قائم کی ہم اپنے جانوروں سے غافل رہنا اپنا فرض سمجھا کریں۔ حسین نے تو قربانی جان و مال کی لاثانی مثال قائم کر دی ہم اپنی تن پروری اور خزانوں کی حفاظت پر مرا کریں۔ اور قومی اداروں اور سبھی نوع انسان کی خدمت میں صرف کرنا

حق سمجھیں۔ حسین نے تو حریت کو حیات جو وسیع سمجھتی ہم اس سے بے نوا رہا کریں اور قومی تحریکات میں حصہ لینا گناہ سمجھا کریں اور پھر دعویٰ کریں کہ ہم حسینی ہیں مامدار عباس علیہ السلام رہیں۔ سو گوارا زیب و کلمتوں میں تو ہم خود غور کریں اور انصاف سے غور کریں کہ حسینی کلمہ اگر حسین کی عظیم الشان قربانی اور جناب زینب کلمتوں کے مصائب و سوگم نشینی اور جناب عباس کی وفات کی توہین کہتے ہیں یا نہیں؟

اکثر مورخین نے تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سارتاب پہ حالت نزع طاری ہوئی آپ نے آخری وصیت جو خدائی و دیہ تھی الصلوٰۃ و ما مملکت ایسا نکتہ ناز کے پابند رہنا اور مملوک کے حال پر نظر عنایت رکھنا۔

سو گوارا ان حسین سے معنی نہیں ہے کہ خود استحضرت جو اس لمحہ تک برابر اسیر عامل رہے۔ جناب شہر خدا علی مرتضیٰ نے حالت عبادت ہی میں جام شہادت نوش فرمایا۔ جناب سلم کے نوخیز صاحبزادگان حادث طعون کی شمشیر سے قتل کئے جانے کے قبل نماز عبادت اسی ہی میں مصروف رہے۔ امام حسین نے نماز ظہر میدان کارزار میں حالت اضطراب میں ادا فرمائی۔ اور نماز عصر تو اس شان سے ادا کی جو آپ اپنی نظیرت اور وصیت رسول کی لاثانی تعمیل ہے جسکو عزیز مرحوم نے امام حسین کی زبان یوں نظم کیا ہے۔

نیز ہے جب سر بہ فلک تھے تو کسی غمی نیکیبیر
تجھ جو وقت برستے تھے پر بھی تھی نماز

پھر ایسے عارفان حقیقت اور شہیدان راہ خدا کے مامدار ہونے کے مدعی ہو کر اگر حسینی جماعت محاسن کے انعقاد و ادا نام کے اختتام اور جلوس کے اہام میں نماز کی اہمیت کو نظر انداز کرے اور آہستہ آہستہ تارک الصلوٰۃ ہو جائے یا مغربیت کی تقلید و پرزین فیشن کی ولادہ ہو کر نائیک سنگینیت کو سبک سمجھے تو کیا ہم اپنی بد اعمالیوں

سے حسینؑ ایسے سید عالم کی روح اقدس کو شاد کرنے کا گمان بھی کر سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہم کر بلا کی تربیدی سے مطلق سبق ہی نہیں لیتے۔ اس کے فلسفہ کے سمجھنے کی فکر ہی نہیں کرتے۔ ظاہری شان و شوکت کے دلدادہ ہو گئے اور صحت عمل کو فراموش کر بیٹھے ہیں ورنہ آج ہماری جماعت کی طرح کوئی جماعت کائنات عالم میں تمام شعبہ جات حیات میں کامیاب

نہ جیتی اور ہمارا ایمانی جلوہ بھی ہموار نہ ہو سکتا۔ ادیان کے مقلدین کے مقابلہ میں ممتاز و سرفراز بننے ہوتا۔ ہماری شیرازہ بندی اور ہماری تنظیم اصحاب حسینؑ کی یکجہتی کی طرح تمام رقیبوں پر اسلام کے دشمنوں پر اور منافقوں پر ہموار اسی طرح کامیاب و سرخرو بنائے رکھتی جس طرح صرف حضرت قاسمؑ کو ازرق شامی اور اس کے ہر چار فرزندوں پر جو کئی ہزار پہلوؤں کے برابر تھے فاطمہؑ کی کیا تھا۔

بیت

بہادر شاہ ظفر کا ایک سلام

سیاح الدین محمد بہادر شاہ ظفر - خاندان منلیہ کے آخری بادشاہ تھے ۱۸۵۷ء کے بغاوت کے بعد حکومت برطانیہ نے انکو قید کر کے رنجون بھیجا۔ عطا اللہؒ میں انتقال کیا۔ انکا کلام نہایت سلیس اور سادہ اور دردمندہ اردو کا ایک بہترین نمونہ ہے سوزگوار بھی کافی ہے۔ آپکو حضرت امام حسینؑ سے بڑی عقیدت و محبت تھی انکا ایک سلام جناب مرضی الحسنؑ عرف لکن لکھنؤ نے عطا فرمایا جو ذیل میں درج ہے۔

تو لے سلامی ادا کر نہ بے سلام مناز
تو کام آئے نہ روزہ نہ کام آئے مناز
قبول ہوتی ہے اسکی علی الدوام مناز
اگر چہ بڑھقا بھی ہو وہ برائے نام مناز
بوقت قتل بھی وہ قلیلہ انا م مناز
بڑھیں طریق پر سب جگہ خاص و عام مناز
اگر بڑھائے وقتوں کو وہ امام مناز
کسی کو اسکے خوار سے کی اہل شام مناز

سلام امام کا کہہ کر چھکے صبح و شام منسا
نہ ہو سے دل میں خیر خیر بنی دال بنی
جو اس امام کا ہے دست ہو خدا کا دست
جو ہو حسینؑ کا دشمن اُسے کہاں کہاں
عبادت ایسی ہو جس سے کہ تھا ادا کرنا
کریں یہ اُس پرستم اے کیا مسلمان ہیں
حسینؑ کا ہے وہ رتبہ کہ جانیں محسوس
یہ جیسا تم ہے کہ نہ خود بڑھیں نہ پڑھیں دیں

قطع

توقف اتنا کہ ہو میری ختم نام نماز
ادھر تمام جات اور ادھر تمام نماز
ہمیشہ بڑھتے ہیں شب بھر کے غلام نماز

کہا یہ شاہ نے اعدا سے چاہیے تم کو
یہاں ہے دل میں فرے آرزو کہ ہو ترخ
سرچشک دیدہ پر آب سے وضو کرتے

نہ ہوے کوئی تجھے علم بجز غم شبیر
ظفر یہ مانگ دعا پڑھے تو مام مناز

حسین علیہ السلام کی چار حدیثیں

جناب مولانا سید محمد صاحب فلسفی نوشہری مدظلہ العالی دانا

دعویہ قرار پایا۔ یا انسان عبد مقرر ہو گیا کہ اس پر کار بند ہو گیا کہ انسان پر اس سے تھا اور ہمیشہ ہی کا اور ہر مشکل خود اس کے ساتھ زندگی کے آخر تک میزبان نہ ادا ہو سکا جو جانشین ہو گیا کہ اس کے قدم پر ہی ہو سکا ہے اور اس کے عمل پر انسان کا دور جو سکا ہے اور جسے تو مشکل کچھ نہ ہو وہ عمل کے درپنا کے دربار سے اجر ملا ہے جس کے دیا مقابلہ کی طاقت انسان کی قوت سے بالاتر ہے۔ یہ نظریہ جو دامادہ کو قدیم تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو گیا اور یہی وہ مقام ہے جہاں وجود وعدہ لا شرک کی منزل انسان نے ختم کر دی دلوں نظریہ خیالی خدا تو پیدا کر سکتے ہیں مگر کسی ایسے انسان کو پیش کرنے سے ہمیشہ تضرع رہے جو باوجود حادث ہونے کے اتنی بلند منزل مدعا نیست پر نظر آئے کہ خدا اے کیا و قدیم کا عملی دلی ثبوت درجہ حق یقین تک انسان کو پہنچا سکے۔

خالق حقیقی کی رحمت کا کفر ہے تاکہ اصل اصول بخیر ثبوت وحدانیت کا سبق کچھ ایسے جدید جبکہ انسانی میں ودیعت کر کے بھیجا کہ نہ تو انسان سہی جو خود ہزاروں مخلوق کا شکار تھی وحشت میں مبتلا ہو کر ان نیک طینت انسانوں سے گریز کر کے لود نہ اسے ایسا ضعیف ہی کر کے بھیجا کہ انسانی دور زندگی کا آسانی سے شکار ہو کر اصل غایت کا اجماع کر سکیں۔ اللہ سے حضرت انسان کھ خالق حقیقی کے جانے سے رحمت کی بارش ہوتی رہی اور آپ کی سرکشی اس حد تک بڑھتی جائے

انسان کو قدرت سے کچھ ایسے احوال میں خلق کیا ہے کہ جب سے اس کا نقطہ سطح وجود پر قائم ہوا، مشکل سے شروع ہوا اور جب اس کا وجود عالم ہستی سے فنا ہوتا ہے اس وقت بھی مشکل ہی پر حتم ہوتا ہے یہ ایک شاہد ہے کہ ہر باغ و رماقلہ قید مذہب میں تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ فطرت انسانی نے وجود عالم سے اس مشکل کو اپنے قوائے ذهنی سے حل کرنا چاہا اور اس میں تنگ کی گنجائش نہیں کچھ ناخالص صورتیں مختلف اوقات میں صحن عالم پر نمودار ہو کر اپنا عارضی رنگ دکھا کر نقش پر آب ہو گئیں۔ مختلف مذاہب عالم نے اس مشکل کے جوابات مختلف صورتوں میں عالم میں پیش بھی کئے ہیں اور یہ کیفیت صرف وہی منظر پیش کر سکی جو تخلیق انسانی نے عزیز انسانی ہستیاں تراش کر اونکو اپنے کمال عرصے خدا کے کتنا کا شکریہ گروانا اور اس طرح پر بجائے مشکل کی حقیقت واضح کرنے کے اس پر ادھام کے ایسے سنگین پردے ڈالے کہ انسان نے اسے اپنی فطرت سے بالاتر سمجھ کر اس کے حل کا مطالبہ ہی ترک کر دیا جب مذاہب کے یہ صورت پیدا ہوتی نظر آتی اور بجائے حل مشکلات کے پیچیدگیاں پیدا ہوئیں تو خود کو کھینچتے توہمات کے آگے سرسبز ہو جاتے قدرت ایک ایسے پیچیدگی پیدا کر دی اور کسی خالق حقیقی کے وجود ہی سے انکار کر دیا اور اس طرح پر ایک آسان مشکل کو سخت مشکلوں میں بدل دیں جسے بہتہ کر دیا کہ اصل سوال سے کسوں دور ہو گئے۔ اس کا لازمی نتیجہ میں ہونا بھی چاہیے تھا کہ سیکڑوں نظریے قائم ہوئے اور ہر نظری کا اتنا اپنے ماننے والوں کا دیوتا۔ رشی۔ سردار۔ خلیج بادشاہ

کبھی غرض خدا کی کا دعویٰ۔ کبھی سنگ و شجر و وحش و طیور
اجرام فکلی کو خدا بنا کر ان پاک و برگزیدہ ہستیوں کو اسی شکل
کا شکار کر دیا جس کے حل کے لئے بنظر لطف و عنایت
عالم ہستی میں خلق کئے گئے تھے اگر کہیں ان برگزیدہ زندگان
خاص نے مشکلات میں، لطف یتانی کا جلوہ دکھایا بھی
تو لوگوں نے مشہدہ و شکر کہہ کر اپنے دیوتاؤں کے سرفیج کا
سہرا چڑھایا۔ آخر تاکے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد
جو قدرت کے درس گاہ سے لیا العزم نہیں لے کر اپنی
قوم میں آئے تھے جب سرکشی کا شکار ہو کر اصل مشکل
کو تمام و کمال حل نہ کر سکے تو وہ ہستی عالم انسانیت کے
سامنے پیش کی جاتی ہے کہ جو حل مشکلات کا شہنشاہ اعظم
علم و حلم و رحمت و صبر و سکون کا مالک جس کی انسانی
محبت کا اس قدر دائرہ وسیع کہ اپنے قاتل کو بھی دھارے
بد سے یاد کرتا ہو جو علائق دنیا کا اسی طرح پابند جیسے کہ اور
انسان جیسے ہو کہ پیاس کا وہی احساس ہو جو تمام عالم
کے لئے عام ہو مگر جس کی نظر میں قادروں کا خزانہ بیخ جس
کی فیاضی کی ایک ادنیٰ اسی جنبش فقر کو بادشاہ کرے
جو مظلوم کا جواب محبت سے دے اور میدان مشکل کا
ایسا تہسلا ہو کہ ہر مشکل اس کے سامنے دست بستہ
حاضر ہوا کہ جو کا مسافر اس تاج کا پورا احقر دار نکلتا ہے
جس پر زمین کو بلا غر کرے تو کیا تعجب۔ انسانیت فخر
کے تو سجا ہوا گا۔ اس کے قبل کسی رشی کسی مہنمبر
کو بذاتہ مشکل کا مقابلہ کرنا پڑا اگر ایسے مہینے کے چہرے
تاجدار کو دینے سے رخصت کیجئے اور مدیہ سلام پیش کیجئے
انہی لئے صفت کی تاریخ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حسین
سالار مہیش کے حکمی آفتاب رسالت جب تک صحن
عالم پر خوشنشان رہا بخیر رسالت اپنے شباب پر رہا
جب وہ آفتاب غروب ہوا تو یہ شجر رسالت مہیا پر
چھڑا کہ ہر خربہا کے آفتاب چمکا۔ نانا کی محبت

کچھ حسین ہی سے پوچھے اور اگر اس کا منظر حقیقی
دیکھنا ہو تو حسین شب تاریک میں نانا کے مزار پر
تشریف فرما ہوئے ہیں کہ آخری سلام کر لیں۔
(ابتداء مشکل) فرماتے ہیں کہ نانا جان میں کی
مظلوم بیٹی کا چھوٹا فرزند ہوں آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے
بعد امت خٹے کیا کیا مظالم کئے۔ اور گرامی کو گن گن
معائب کا سامنا ہوا اور بزرگوار اور بھائی حسن کے ساتھ
کیا سوک گیا کیا۔ اب میں بختن میں تنہا ہوں مجبور۔ یہ
سے چھوڑتا ہوں اور آپ کے مزار سے علیحدہ ہوتا ہوں
نابھجے جیتے جی اپنی حد میں لے لیجئے تاکہ قیامت تک
چیں سے سوتا ہوں حسین اس قدر روئے کہ ریش
مبارک تر ہو گئی روحانیت کے منازل بھی عجائب
و غرائب کے حامل ہیں حسین کی ہانگہ لگی تھی کہ دکھا کہ
نانا جان فرماتے ہیں حل مشکلات کی ابتداء انزل
کہ بیٹا تمہاری متارقت مجھ پر بہت گراں ہے گرامت
کی کشتی طوفان میں ہے صبر و سکون سے سفر اختیار
کہ خود اہر مشکل آسان کرے گا۔ آنکھ کھلی رات
نسان اور مزار رسول۔ مسافر کو بلا صرف رح
بہر شب کا جہان مدینہ والوں کا ہے۔

جس نسبت میں نے پکی پس کہ بالا تھا اس کی حدانچہ
نانا کی فرقت سے کم نہ تھی۔ اسی شب تاریک میں مزار
خاتون حمت پر حاضر ہو کر دوبارہ سلام عرض کیجئے فرمایا اما جان
آپ کا حسین آخری شخص کے لئے حاضر ہو رہے کیا
معلوم اس کے بعد بجز زیارت نصیب ہو کہ نہ ہو اب
حسین مدینہ سے رخصت ہوتا ہے اور سفر دور دراز
پیش ہے گرمی کے دن کوئی منزلیں بچوں کا ساتھ ہے
خدا نے یکتا رحیم و کریم پر نظر ہے حل مشکلات
کی دوسری منزل، اما جان آپ کی زیست و
ام کلوم و رفیعہ بھی میرے ہمراہ ہیں حسرت تھی کہ میری

وے۔ اسے دیاے رحم کرم جہاں اس قدر تیرا احسان ہو
مند۔ عاجز ہے وہاں دم واپس جب خشک گلزارِ بسند ہو
تو تیری یاد سے فافل نہ ہوں۔

چاکرنا اے تہنشاہِ حل مشکلات دنیا کے لئے تو آفتاب
وعدایت ہو کر چکا۔ تیری منازلِ معرفت نے بجھے ہر مذہب
دلت کے لئے مرکزِ کششِ قاطم کر دیا کہ اقیامِ قیامت
باقی رہے گا۔ تجھے ۲۰ سال کا زمانہ بھلا سکا ہے نہ تیری
عظمت و جلالت تک تیرے ان غلاموں کی سالانہ یادگار
پہنچ سکتی ہے۔ بیشاک تمام عالم کے لئے تو ہی جہتِ مشہ
مشلِ برایت رہیگا۔ ایسے شہنشاہِ کربلا۔ اسے فخر اویلا
ایسے عزیزوں سے محبت کرنے والے۔ اسے خاتونِ حجب
کے نور دیدہ۔ اسے سوارِ دوشِ رسول۔ ایسے
صحرائے کربلا کی علقی ریت پر سونے والے حسین
اپنے ستم رسیدہ۔ غلاموں کا مدیہ سلام قبول فرمائیے

سواخمری عون بن علی

عون بن علی کو بلا کے اُن شہدائیں ہیں جنکے متعلق
اشتبہ ہو کہ وہ کربلا میں تھے یا نہیں اسکو خواب مولانا آغا محمدی
صاحب لکھڑی نے حقیقی الاکان صاف کیا ہے اور یہ بتایا
ہے کہ مختلف مقامات پر آپ کا پتہ ملتا ہے، موصوف نے
تجسس سے لے کے حالات بھی مدح کئے ہیں زیرِ نظر رسالہ
انشار برداری کے اعتبار سے بہت عمدہ اور تماشہ و حجو
کے لحاظ سے بھی اکثر دقیقہ رسی کا پتہ دتا ہے قیمت دار
پندرہ روپی سکوٹری جمنہ خدام واد چوٹی محمد حسین لکھڑی

احول و قواعد

یہ وہ جہتِ انجیز اور ہر معلومات کتاب ہے جس
دہ اصل بیان سکھ گئے ہیں جو تفسیرِ قرآن کے لئے عقل و دلائل
سے ثابت ہیں قیمت ۲۰ روپیہ حاصل اور تہنشاہِ علی عتبہ کوئی لکھڑی

لحداب کے پہلوں میں ہوتی ہے۔ تو دیکھئے ساغر کہاں آرام
کر سکتے ہیں۔

اس جانِ خدا حافظہ۔ وہ نہیں کہ سزا کر لیا جواب
اس بارگاہ سے ملائیں قدیمین۔ یہ کیم جس کے در سے
کوئی سا۔ دم نہ گیا ہو اس کے ہزار سے پایا۔ احسنِ علم و ہمت
سے سرشار تھا ہوگا حسین کی رخت سے عائی کے مزار سے
انہیں۔ از سرستہ۔ حانیہ سے وابستہ عرض از مدینہ
تاکر بلاہم عظیم مشکلاتِ عظیمہ بلا کو پیش آئیں کہ اگر انتہا لے
اختصاص سے بھی پیش کروں تو یہ وقتی معنوں کی جزو پر
ختم ہوگا یا آخری منتقل کیلئے اس نے ایسے ہم آباب بھرت
کئے ہیں کہ جس کا مقابلہ صرف وہی کر سکا ہے کہ جو دجو
انہی کو یقین کی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکا ہو اور جس کے
منازل عرفان اس حد تک سند ہوں کہ اگر چاہے تو حجاب
ہائے قیامت کو انیب اشارہ میں اس طرح بر طرف کریں
کہ عوریں جنت کے لباس میں نظر آدیں شجر اسے جنتِ جبر
گردت ہوں اور مریدانِ حق قدرت ہی کیوں یقین ہو جس طرح کہ انبی شہادت
کلیفین تھا اگر حسین کو ذرہ برابر بھی وعدائیت آہی اور
اس کی قدرت میں شک ہو تو اگر بلا کے میدان میں محض
۷۲ کی سیدہ جماعت سے ۲۰ ہزار مسلح دشمنوں اور فوج کا
انخسہ و پیشانی سے مقابلہ کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکا
تھا مگر اللہ سے سکونِ قلب کہ برابر کا بھائی بلکہ قمر بنی
ہشتم قاسم صاحبین جھپٹیا۔ شبیہ۔ رسول مایا خلسا و
خسفا و نطقا مثال رسول کہ جس پر اشقیاء کو فہ و شام
کو رسول کا احتمال۔ میدان جنگ میں خود رخصت کریں
اور بعد شہادت شکر خدا کریں اور قیامت خیز وہ موقع
اور آخری حل مشکلات کہ پھول سا پچہ تین دن کا پھول
پیا۔ اپنے درست مبارک پر تیر کے زخم سے تڑپتا دیکھے
اور درگاہِ اہدیش میں عرض کرے کہ حسین آج اس
آخر نبی امانت سے سبکدوش ہوتا ہے۔ اسے پالنے

اصلاحات - مقصد شہادت

(از عابدین شفا احمد صاحب نقوی مکتبہ انجمنیہ ملتان)

مغفول اگرچہ بہت طویل ہے لیکن بعض نفسانی مباحث اور اصلاحی نقطہ نظر کو جس سے یا ایک خاص روح کا حال جو اس لئے اس کا وجود کافی طول کے درج کیا جاتا ہے (ادارہ)

عطا ہوئے۔

یہ اندر میں محض غلط فہمی پر مبنی ہے اس لئے کہ یہی خواہشات و جذبات ہیں جو ہر حیران کو ایسی ذات کی بقا اور حفاظت اور اپنی نوع کی بقا اور حفاظت پر برکتے میں اور محض خواہشات و جذبات پر ہی تمام عالم کا دو با جیل رہنے مشلا اگر بھوک نہ ہو اور اس سے تکلیف نہ ہو پانچے نو غذا کو تبا کرنے اور کھانے کی تکلیف محض جسم کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے کون گوارا کریگا۔ اور اگر کسی نے کیا بھی تو اس کا اندازہ کیسے ہوگا کہ اس قدر مقدار غذا کی جسم کی بقا رکھنے کافی ہے۔ اسی طرح پیاس اگر پیاس نہ ہو تو پانی کی طلب کوئی کیوں کر اور اگر کوئی حکیم کامل اس نیت سے کہ جسم کی بقا کے لئے پانی پینا ضروری ہے پانی پئے بھی تو اس کی مقدار کا اندازہ کیسے کر سکتا ہے۔ اسید طبع اگر غصہ ہو تو نقصان ہو بچا تو اول سے اپنے آپ کو کس طرح بچا سکتا ہے اور اسی طرز ہر جذبہ و خواہش کے متعلق فور کرنے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ تمام خواہشات و جذبات ہم کو اس لئے دئے گئے ہیں کہ ہم حالات لا شعوری میں بھی بقا و صیرت نفس اور اور بقا و حیانت نوع کی کوشش کرتے ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خواہشات و جذبات ہم کو خافی کی مفید براری کے لئے دئے گئے ہیں تو یہ ہم کو گمراہ کیوں کرتے ہیں۔

اس کا مبل جواب یہ ہے کہ جذبات و خواہشات اگر اعتدال پر رہیں تو باعث ہدایت ہیں اور ان کو اعتدال پر رکھنے کے لئے ہم کو عقل عطا فرمائی گئی ہے۔ ان سب پر عقل کو حکم مقرر فرمایا،

جناب رب العزت اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَصَبَّ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ یعنی پروردگار عالم نے اپنے لئے رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ غرض طلبا مر یہ ہے کہ یہ رحمت ایزدی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے لئے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ انسانی کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو یقیناً یہی کہیں گے کہ نجات اخروی حقی حیات ابدی حاصل ہونا ناہی بہترین نعمت ہے اور خدا کی رحمت یہی ہے کہ بندوں کو عذاب آخرت سے نجات عطا فرمائے اسی نجات اخروی کے طریقے سکھانے کے لئے اُس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے اور اپنی مخلوق کو حیات ابدی کی طرف بلایا۔

قبل اس کے کہ ہم کچھ آگے بڑھیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ انسان کی گمراہی کے اسباب کیا ہیں۔ دنیا میں ہم جس شخص کو بھی کوئی برا کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس کے اسباب اور عواید پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل بنیاد فاعل کی کسی گنہگار ہوش ہرے اور کوئی نہ کوئی جذبہ اس کی تہ میں کارفرما نظر آتا ہے۔ لہذا معلوم ہوگا کہ انسان کو ہلاکت ابدی کی طرف لیجا نوالے اس کے جذبات و خواہشات ہی ہیں۔ مگر اس پر ابراویہ پیدا ہوتا ہے کہ خواہشات و جذبات تمام فطری ہیں اور فطرت کے متعلق ارشاد رب العزت ہے فطرية الله التي خلق الناس عليها (اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو خلق فرمایا) لہذا کہہ کر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت ہی باعث ہلاکت ہو جائے۔ اگر یہ جذبات اور خواہشات گمراہ کرنے والی ہیں تو ہم کو خانی کی طرف سے کیوں

کوئی کچھ کو بڑھنے کے۔ دنیا کچھ کو اچھا سمجھے اور اس کے لئے انسان اس سے بڑے کام کرنے سے بھی باز نہیں رہتا۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی نیا بیس کام کیا اور کسی شخص نے اس کو دیکھ لیا کہ ظالم شخص سے ایسا کام نہ ہو تو ناظر اپنے جرم کو مخفی رکھنے کے لئے اور افشار راز کے خوف سے دیکھنے والے کے قتل سے بھی دریغ نہ کرے گا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ یہ جذبہ مقدس جو ہدایت کے لئے دیا گیا تھا مگر ابھی اور ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔

اب یہ امر تو واضح ہو گیا کہ شدید خواہشات اور جذبات عقل پر غالب آجائے تو میں اور یہی ہمارا ہی گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہو جاتا ہے۔ اب ان جذبات و خواہشات کو روکنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے اس کے سمجھنے کے لئے علمی مثالیں تلاش کرنی چاہئیں۔

مثال نمبر (۱) ایک پھر بوسم گرامین دھوپ میں دوڑ کر آتا ہے جسکی وجہ سے اس پر سانس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ فرد اپنی کی طرف دوڑتا ہے اب اس کو کتنا ہی سمجھائیں کہ پانی نہ پو یہ تم کو نقصان پہونچائے گا۔ مگر وہ کوئی بات سننے اور ماننے کو تیار نہ ہو گا۔ اگر اس سے بچ کر کہیں۔ خبردار اگر پانی پیا تو ایسا تھکڑا روں گا کہ سمجھ جائے گا۔ اب جذبہ خوف اس کی پانی پینے کی خواہش پر غالب آجائے گا۔

مثال نمبر (۲) ایک شخص جس کو بھوک کی شدت ہے بازار میں چلا جا رہا ہے۔ جلوائی کی دوکان پر طرح طرح کی مٹھائیاں رکھی ہیں۔ ناانی کی دوکان پر روٹیاں موجود ہیں مگر وہ اٹھا کر کھا نہیں سکتا کیونکہ اس کو خوف ہے کہ اگر میں نے ان اشیاء میں سے کچھ اٹھایا تو مار پڑے گی اور بے بھادگی کھانی پڑے گی۔ ان دونوں مثالوں سے یہ امر تو واضح ہو گیا کہ جذبہ خوف تمام خواہشات اور جذبات پر غالب آجائے گی۔

مثال نمبر (۳) اب ایک اور مثال ملاحظہ ہو اگر کسی بچے سے کہا جائے کہ تم روزہ رکھ لاؤ روں بھر تہ کچھ کھاؤ تو تم کو چھوٹی موٹر کار لا کر دین گے تو یقین ہے کہ بچہ دن بھر کا فائدہ نہ لے گا۔

مثال نمبر (۴) اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ اگر تم سات روز مسلسل فائدہ کرو تو وہ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد تمہاری

جذبہ بات کے جوش اور شدت سے وار د ہونے پر ایسے افعال نہ ہونے پڑے جو جائز ہیں سے وہ مقصد جس کے لئے یہ جذبات و خواہشات دئے گئے ہیں فوت ہو جائے۔

مثلاً جذبہ غضب اپنی ذات سے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کیلئے دیا گیا ہے۔ مگر شدت غضب میں اکثر آدمی اپنے ہی ہاتھ و انگوٹوں سے لٹکنے لگتے ہیں۔ بچے اکثر غصہ کی شدت میں اپنا منہ پیٹ لیتے ہیں یا زہرین یا دیوار پر مارنے ہیں۔ اکثر ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ کسی شوہر کو زہر پر سخت غصہ آیا تو اپنے گھر کے برتن توڑ ڈالے۔ کپڑے جلا ڈالے۔ اکثر امین اپنے شیر خوار بچوں کو بری طرح مار رہے ہیں اور بب جوش غصہ ہوتا ہے تو خود ہی زار زار روتی ہیں۔

بہت سے مقدس جذبات دوسرے جذبات و خواہشات سے مغلوب ہو کر مسخ ہو جاتے ہیں اور جملے اس کے کہ اُن سے منسا لیتا دُر شد کے راستہ پر گامزن ہو کر ابھی اور ضلالت میں گرفتار ہو جاتا ہے مثلاً جذبہ امانت۔ بچہ میں یہ جذبہ چالیس دن کی عمر میں دونا ہوتا ہے۔ وہ اپنی مٹی کو سب سے جدا کر کے ایک جگہ رکھنے لگتا ہے اور اس کا احساس ہو جاتا ہے کہ میں بھی ایک مٹی ہوں اب اگر معلوم کرنا چاہوں کہ یہ جذبہ ہم کو کس لئے دیا گیا ہے تو بچہ سے ہی دریافت کر سکتے ہیں اسلئے کہ وہ فطرت اللہ لئے ہمارے اور فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے جیسا کہ ہمنور سرور کائنات نے خبر دیدی ہے کہ کل حو لو جہ لولہ علی خطہ (۱) ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لہذا اس کی تفصیل بچہ ہی کر سکتا ہے۔ جب کسی مٹی میں چار سال کے بچے سے دریافت کریں کہ تو اچھا ہے یا تر اچھا کہتا ہے میں اچھا۔ اسی طرح دنیا کی ایک ایک چیز کے تعلق میں سے دریافت کر جائیں تو اچھا ہے یا ظالم شے کیسا میں اچھا۔ لہذا واضح ہو گیا کہ اہل جذبہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو بچپن ہی میں یہ سبق پڑھا دیا گیا ہے تو سب سے اچھا ہے اور وہ سب سے اچھا بننے اور رہنے کی کوشش کرے مگر چونکہ اچھا بننے کے لئے تکالیف اٹھانا پڑتی ہے۔ ایسا مقصد قرآنی گونا گونی ہے۔ لہذا امام ظہری کی خواہش تکالیف اٹھانے سے باز نہ رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منسا لیتا ہے جس کے کہ سب سے اچھا بننے کی کوشش کرے اس کو یہ خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ میں سب سے اچھا سمجھا جاؤں

ہرگز نہیں۔ یہ کیا ہے۔

محبت ایسا جذبہ ہے جو غیبت و شہود ہر زمانہ میں محبوب کی اطاعت پر مجبور کرتا ہے اور محبوب کے رنگ میں رنگے جانے کی ترغیب لاتا ہے۔ ایک حبیب اپنے محبوب کے انتظار میں سخت سے سخت دھوپ میں دن بھر کھڑا رہ سکتا ہے سخت برف باری میں کھڑا ہو کر رات گزار سکتا ہے۔ محبت ہی وہ جذبہ ہے جس پر کوئی دوسرا جذبہ کوئی خواہش غالب نہیں آسکتی لہذا خاتم النبیین۔ اشرف الانبیاء والمرسلین آیا تو جذبہ محبت سے ہدایت کتنا ہوا کیا۔ بشارت و انداز اہل انبیاء و مرسلین کے لایا اسکے علاوہ محبت مانگتا آیا اور خلوق کو خدا دیا جو اللہ سے محبت کرے وہ مومن ہے۔ والذین امنوا اسئلوا اللہ حبیباً اللہ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اللہ کی محبت میں بڑے سخت ہیں اور سنایا دہن متول اللہ دہر سولہ والذین امنوا فان حزب اللہ هم العاللون) (ترجمہ۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے اور ایمان والوں سے محبت رکھے پس گردہ خدا ہی بن جائے گا) اور اس سے صاف بتلادیا کہ گردہ خدا میں وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جو اللہ و رسول اور ایمان والوں سے محبت کرے۔ اس آیت میں اللہ اور رسول تو واضح ہیں مگر ایمان والوں کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہیں لہذا والذین امنوا کی تفسیر یہ ہوئی کہ میں بیان کر دی گئی اور حکم ہو گیا قل لا اسئلکم خلیفہ اجمع الاکملہود کحقی القر فی ذکرہ اے حبیب میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قریب ترین عزیزوں سے محبت کرو۔

دشمنان ایمان نے قرنی کے معنی میں چھ بیگونیان شروع کر دیں۔ مگر قرآن کا معجزہ ہے کہ دشمن کا صفحہ توڑ دیتا ہے۔ قریبے صیغہ ہے اسلم فیصل کا جس کے معنی ہیں سب سے زیادہ نزدیک ہونے والی (جماعت) اب اگر کہیں کہ اس سے مراد تمام قریش تو غلط اس لئے کہ قریش کو تو حکم ہی ہو رہا ہے اور پھر قریش سب سے زیادہ نزدیک کب ہوئے۔ اگر کہیں تمام بنی ہاشم تب بھی غلط ہے

نام پر مجبور کر دیں گے۔ وہ یقیناً اس امر کی کوشش کرے گا کہ سات لفظ کا فائدہ کر سکے۔ ان مثالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ حبش و اہل مدینہ و حبش نفس و شہار کے حصول کا لالچ بھی جذبات اور خواہشات پر غالب کیا جاتا تھا نظر فرماتے ہیں دو ذریعے ہدایت غلطی کے مقرر فرمائے اور اپنے انبیاء کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا کہ اطاعت پر ہم ابدی کی بشارت دیں اور نافرمانی پر عذاب آخرت سے ڈرائیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ ابن مریم تک تمام انبیاء و ائمہ دو جذبات سے کام لیتے تھے۔ سب سے آخری یا رسول آیا جس کے بعد کوئی بنی یا رسول آنے والا نہ تھا وہ بھی بشیر و نذیر بن کر آیا۔ اب اگر رسول آخر الزمان کی ہدایت بھی مثل انبیاء و مرسلین محض بشارت اور انداز ہی پر ختم ہو جائے تو اس کو دیگر انبیاء پر کیا تفصیلت ہو سکتی ہے۔ تفصیلت تو تب ہی ہوگی جب اس کی ہدایت کا طریقہ دیکر انبیاء علیہم السلام سے اہل لہو البغ ہو ورنہ کوئی وجہ تفصیلت ہو نہیں سکتی۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا امثلہ خوف میں خوف کس حد تک خواہشات کو دبانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مثال (۱) میں اگر بچہ کو ڈرانے والا اسکے سامنے سے ہٹ جائے وہ فوراً پائی پی لے گا۔ مثال (۲) میں اگر بچہ کے کو بیٹھیں ہو جائے کہ مجھے کوئی دیکھتا نہیں اسی وقت منھائی اور روٹیاں چرا لینگا۔

اسی طرح لالچ کی مثال ہے کہ بعض مواقع پر لالچ جذبات و خواہشات پر غالب آتا ہے اور بعض پر نہیں ہوتا۔ مثال (۳) میں ممکن ہے کہ بچہ بھوکا و پیاس کی تکلیف زیادہ ہو جائے پر فائدہ شکنی کر لے۔ مثال (۴) میں ممکن ہے کہ چوتھے دن فائدہ کش جلداد موعودہ سے دست کش ہو کر فائدہ شکنی کر لے اور ان ہر دو مثالوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ان فائدہ کشوں کو یقین ہو جائے کہ اگر تنہائی میں ہم فائدہ کشی کریں گے تو کسی کو اس کا علم نہ ہوگا تو یہ ضرور کچھ کھا پی کر اپنی تکلیف کو کم کر دیں گے۔

ہاں اگر کسی شہر خوار کچھ کی ہاں سے طبیعت کہہ دے کہ تم کو تین دن فائدہ نہ آلازمی ہے ورنہ تمہارا بچہ مر جائیگا تو کیا وہ دیکھو کی چیز موجودگی میں اور تنہائی میں بھی فائدہ شکنی کیسے گی۔ یہ نہیں

محبت کا یہی سبب ہے

بزرگ (۳) تمام ان چیزوں سے جو سکین و اہمات و عزتات کا باعث بنیں یا با۔ اسطرح سبب ہوں محبت ہو سکتا ہے۔ جیسے شوہر و زوجہ کی محبت۔ بچہ کی پستان، در سے محبت وغیرہ وغیرہ

بزرگ (۴) خیالات و خواہشات کا لیجان ہونا اگر دشمنان کے خیالات لیجان ہونے۔ ان میں جس وقت وہ ایک دوسرے سے ملین گئے پہلے اُن پھر محبت ہو گئے گی۔ اسی لئے رسم روایا کا لیجان ہونا۔ لباس کا لیجان ہونا۔ طرز معاشرت کا لیجان ہونا ہم مذہب ہونا۔ ہم مذاق ہونا مورث محبت ہونے جیسا

بزرگ (۵) صحبت طویل۔ ایک جگہ ایک ساتھ رہنے سے پہلے اُن پھر محبت ہو جاتی ہے۔ اکثر تو یہی ہے کہ زیادہ عرصہ ساتھ رہنا باعث محبت ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام اسباب میں سے کوئی سبب یا سببین سے جس سے ہم کو ایسے یا ان کی اولاد سے محبت ہوئے جو ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں لہذا اس سبب بھی تلاش کرنے ضروری ہیں۔

بزرگ (۶) محبت پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو مظلوم بن کر اپنی طرف متوجہ کیا جائے۔ جذبات دطر ہی میں سے ایک جذبہ ہمدردی بھی ہے جو حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے۔ انسان کا تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی جانور تکلیف میں مبتلا ہو اور وہ اس کا حال دیکھ لے یا سن لے تو اس کا دل اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی شخص کو تکلیف و مصیبت میں دیکھتا ہے تو ہر طرح اس کی مدد کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم ہوتا دیکھے یا سنے تو اس کا دل اس مظلوم کی جانب کھینچتا ہے۔ پھر اگر یہ بھی عالم ہو جائے کہ وہ بے قصور ہے تب تو اور بھی زیادہ شش ہوگی۔ اور اس سے گو نہ محبت پیدا ہو جائے گی اور اگر یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ ہمارا مظلوم یا ہم مذہب ہے تب تو اور بھی زیادہ محبوب ہو جائیگا بزرگ (۷) دنیا کے قلوب کو سخر کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ایثار و قربانی ہے اگر کوئی شخص ہمارے لئے ایثار کرے ہمارے واسطے تکلیف اٹھائے۔ مصائب برداشت کرے تو خواہ وہ ہمارا مال و

بنی بشر بھی سب سے زیادہ قریب کیسے ہوئے۔ سب سے زیادہ قریب تو واسطے علی۔ فاطمہ حسن اور حسین اور کوئی بڑی نہیں سکتا۔ یہ تو ایک جہل مغرورہ تھا جو کثایت پیش کر دیا گیا۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ رسول اکرم الزمان خدا کی۔ اپنی اپنی اولاد کی محبت مانگتا ہوا آیا۔ یہ کہنا کہ ایا کہ اللہ سے محبت کرو رسول اللہ سے محبت کرو اور رسول کی اولاد سے محبت کرو تب تو من ہو سکتے ہو۔

مگر حضرات کیا محبت اس کمنے سے کہ محبت کرو ہو سکتی ہے اگر کوئی ہم سے کہے کہ مجھ سے محبت کرو تو کیا ہم محبت کرنے لگیں گے محبت کی نہیں جانی بلکہ ہو جاتی ہے۔ مان باپ اولاد سے محبت کرتے ہیں بلکہ ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے ہم اپنے دلوں سے محبت کرتے نہیں ہیں بلکہ بجائی سے محبت ہو جاتی ہے پھر غنود مرد و عالم کے صرف کہہ دینے سے اور حکم دینے سے ہم کس طرح محبت کر سکتے ہیں۔ اگر رسول اکرم الزمان نے صرف کہا بھی ہوتا اور ایسے ذرائع نہ اختیار کئے ہوتے جیسا کہ رسول اور اولاد رسول محبت پیدا ہو جائے تو ہدایت ناقص رہتی

محبت کیسے پیدا ہوتی ہے

محبت کے پیدا ہونے کے چند مخصوص ذرائع حسب

ذیل ہیں۔

بزرگ (۱) بغا نفس سے تعلق۔ ہر نفس کو اپنے اسباب بغا سے محبت ہوتی ہے اور چونکہ فضا لازمی ہے لہذا نفس اپنے نشانات کی بغا کا موت کے بعد بھی بنتی ہے جو اولاد ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے لہذا نفس کو اپنا نام۔ اپنی اولاد محبوب ہوتی ہے اسی طرح ماں باپ بچہ کے باعث وجود و بقا و دھیانت ہیں لہذا بچہ کو ماں سے محبت ہوتی ہے۔ چونکہ بچہ کا سن زیادہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر انکی احتیاج اسکو کم ہوتی جاتی ہے اور اسی قدر محبت کا جوش کم ہوتا جاتا ہے۔

بزرگ (۲) شرکت خون و شرکت رحم۔ ماں باپ اور اولاد کی محبت کا ایک سبب یہ بھی ہے اور بہن بھائی عزیز و اقارب کی

سکتا ہے کہ رسول آخر الزمان کی ہدایت کامل نہ ہوئی اس سے ہزاروں گنا طریقہ ہدایت کا ہو سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کچھ کی بنی یا رسول کے کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی اور نبوت ختم ہو گئی۔ اسی لئے وہ حضور خاتم النبیین نے رحمۃ للعالمین کا خطاب پایا اور تمام انبیاء و مرسلین سے اشرف اور افضل ہونے کا اب قابل فوراً میرے کہ جو کام بھی عوام کے قلوب کو سخت کرے اور شقاوت پیدا کرے وہ ذبح عظیم کے مقصد کو نقصان پہنچانے والا اسکے اثر کو باطل کرنے والا ہو گا یا اس کی اعانت کرنے والا ہو گا چاہئے کہ مسکو ہر وقت یاد رکھیں اور اپنے ہر عمل کو ایسی کسوٹی پر پرکھ لیا کریں۔

۴

اچھا آئے اب غور کریں کیا امام حسین علیہ السلام اپنے قصیدہ کا مینا ہو گئے۔ یہ تو ثابت ہے کہ ذبح عظیم کا مقصد ہمارے دلوں میں آل رسول کی محبت پیدا کرنا ہے۔ آئیے اب اس پر غور کریں اور اپنے نفوس سے محاسبہ کریں کہ آیا ہم کو محبت الہییت پیدا ہوئی یا نہیں؟ نفوس کو کتنا ہے کہ ان محبت پیدا ہو گئی۔ ہم تو عجمان الہییت میں جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم ہر سال عزائے حسین برپا کرتے ہیں۔ ہم الہییت طہیم السلام کے حزن سے معزول اور خوشی سے مسرور ہوتے ہیں اور عشرہ محرم میں اپنی گاڑھی مٹا دینے میں سے کافی رقم یادگار حسین پر صرف کرتے ہیں۔ یہ اس کا ناقابل رد ثبوت ہے کہ ہم کو آل رسول سے محبت ہے۔

عقل کہتی ہے کہ یہ دھوکہ ہے اور سب اب ہے۔ ہم کو تو الہییت کی محبت سے دور کا بھی واسطہ نہیں جس کو ہم جب الہییت سمجھ ہوئے ہیں تو ایک جذبہ سفلی ہے نہ کہ محبت جس کا ثبوت حسب ذیل ہے۔

ہر نفس کو اپنی ذات سے اسباب بقا۔ اپنے اسباب خشکین جذبات سے محبت ہوتی ہے اور اپنی ذات کو ہر حیوان کو پیاری ہوتی ہے۔ آدمی کی قویہ حالت ہے کہ ہر وہ چیز جو اس کی ذات سے متعلق ہو اور اس کی ذات کی طرف منسوب ہو جائے محبوب ہوتی ہے۔ مثلاً میرا گھر۔ میرا وطن۔ میری قوم۔ میرا کنبہ۔ میرا قبیلہ وغیرہ سب محبوب ہوتے ہیں اور اسی کے تحت میرا مذہب بھی ہے وہ تمام رسم و رواج خیالات و عقائد جو مجھ سے ذہن نشین ہو جائے ہیں اور بیکدم محبوب ہوتے ہیں۔

مذہب کی محبت سفلی کے دو خاص سبب ہیں۔ ایک تو انانیت سے

تجوہد۔ دوسرا نہ جہل و غم ہی کو ہی نہ ہو ہم کو اس سے محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ فی نفسہ خلقی نفس جس کو ہم سے کام و معاوضہ کی امید ہی نہ ہو ہمارے لئے ایشاد کرے تب تو ہم اس کے غلام بن جائیں گے۔ خواہ وہ ہمارے سامنے موجود ہو یا نہ ہو۔ مثلاً فرض کریں کہ ہمارے مکان پر دشمنی حملہ کر رہا ہو اور ایک ایسی شخص محض انسانی ہمدردی کی وجہ سے معاہدہ عہدہ واقربا یا فرزند اولاد ملازمین ہمارے مکان کی حفاظت کے لئے آجائے اور قزاقوں سے مقابلہ کرے اور اس مقابلہ میں اس کے فرزند و اعزہ قتل ہو جائیں تو قزاقوں اور ہمارے مکان کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو یا نہ ہو ہم تو اس کے بے درم غلام ہو جائیں گے۔ یا اگر وہ بھی کامیاب ہو تو اس کے پسماندوں کے اور اس کے دشمنوں کی ہر ضرورت اور ہر خواہش پر ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں گے ان کی ہر ضرورت اور ہر خواہش کو اپنی ہر ضرورت اور ہر خواہش پر ترجیح دین گے۔ کیا ان لوگوں کی اولاد جو اس واقعہ میں قتل ہو جائیں ہم کو اپنی اولاد سے زیادہ پیاری نہ ہوگی اور کیا ان لوگوں کی نیابت پر اس ذاکس جو اس واقعہ میں ایشاد قربانی کا تذکرہ منیگا ان لوگوں سے ہمدردی کرنے لگے گا اور ان کی عزت و وقعت اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی اور کچھ محبت بھی ضرور پیدا ہو جائے گی۔

یہی دو طریقے جو اصل میں قریب قریب ایک ہی ہیں رسول آخر الزمان اور اس کی اولاد طہرین نے ہمارے قلوب میں اپنی محبت پیدا کرنے کے لئے اختیار کئے۔ دنیا کے ہر فرد کی ہمدردی حاصل کیے اور ان کے قلوب کو نرم اور متاثر کر کے خدا کی طرف کھینچنے کے لئے مصائب و آلام کی زندگی اختیار کی اور مصیبتوں اور تکلیفوں کے پھاڑ پر اٹھائے اور ہم کو نفسانہ اور دنیائے دین کے ملوں سے جو ہمارے متاع ایمان پر دل رہا دیکھتے ہیں اور ہمارے خاندان آخرت کی تباہی اور بربادی اور تباہی کے لئے خواہشات و جذبات کا لشکر لئے ہوئے ہم کو گھیرے ہوئے ہیں محفوظ کرنے کے لئے اپنا گھر بار۔ کتبہ قبیلہ۔ جوان بڑھے۔ شیر خوار بچے قربان کر دیے۔ لوگوں نے قانون کے بندے۔ ہاتھوں کے کرے۔ عورتوں نے زلیخا اسباب حتی کہ مردوں کی چادرین تک قربان کر دیں اب کوئی کہہ

اب غور کریں کہ بعض یورپین مؤرخین نے قورامین کو ایک فرمئی قصہ تسلیم کیا ہے۔ مجھے اس سے تو بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ آیا قورامین اور رام چندر جی کا وجود فرمئی ہے یا حقیقی۔ سوال تو یہ ہے کہ اس کو سچا ماننے والوں کے لئے اگر یہ قصہ فرمئی بھی ہو تو بھی اسی طرح مؤثر ہے جیسا کہ اس حالت میں ہوتا جبکہ اس میں حقیقت ہوئی۔

اسی طرح ہم کو بھی آل رسول سے سفلی محبت ہے جس کا اظہار فرما محرم میں ہوتا رہتا ہے۔ اس کا پہلا سبب تو رسم و رواج کی محبت ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مذہب شیعہ کا قریب قریب ہر فرد جس کو رو اسم محرم میں شوق ہوتا ہے اپنے وطن کا محرم پسند کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اپنے وطن ہی میں عشرہ گزارے ورنہ اس کو کچھ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ کیا یہ رسم و رواج کی محبت نہیں ہے۔ اور دوسرا سبب "میرے مذہب" کی محبت کا جذبہ سفلی ہے۔

نفس کہتا ہے کہ ہم مصائبِ اہلبیت پر گریہ و زاری کرتے ہیں۔ بھلا رونا بغیر محبت کیسے آسکتا ہے۔ عقل کہتی ہے یہ بھی دھوکا ہے اس لئے کہ بچے کی فطرت ہے کہ جب وہ کھلتا رہتا ہے اور کچھ دیر ہنستا ہے تو پھر ایسے کام کرنے لگتا ہے جس کو کوئی روکے اور منع کرے تاکہ وہ روئے۔ اس کے نفس میں رونے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور پھر وہ روتا ہے۔ جب خوب روتا ہے تب اس کو سکون ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ رونا مفرحِ قلب ہے اور رونے کے بعد ایک خاص سرور نفس میں پیدا ہوتا ہے۔ بچے میں اس سرور کے حصول کے لئے رونے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارے نفوس میں بھی رونے کی خواہش پیدا ہوتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ بغیر مذاہب کے لوگ مثلاً اہل ہندو جو چند مرتبہ مجالس میں شریک ہو کر رو لیتے ہیں ان کو بھی شرکتِ مجالس کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ ہم ہمارے محبوب مذہب کے رسم و رواج میں داخل ہے لہذا ہمارے لئے تو بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔ اگر کہیں ملتے ہیں کہ فلاں جگہ صاحبِ بیانی قریب آئیں گے۔ بہت کم لوگ رجوع کرتے ہیں اور اکثر کوئی تاہر ذکر تو رولانے والا جو اس قدر روتا ہوا کہ لوگ رونے رونے بے حال ہو جاتے ہوں کہیں بیان کر نہ سکا ہو تو ہزاروں آدمی اس کے سننے کے لئے جمع

اس کی نسبت۔ یعنی میرا مذہب ہونا۔ دوسرے اضطرار میں سبب نہیں ہوتا دنیا میں کوئی شخص خواہ بادشاہ ہو یا گداغنی ہو یا فقیر۔ عالم ہو یا جاہل۔ جوان ہو یا ضعیف ایسا نہیں ہو سکتا کہ تکلیف و مصیبت میں مبتلا نہ ہو جس نے نفس پر کیفیتِ اضطرار ہی پیدا ہوتی ہے تکلیف جسمانی مثلاً مرض کی حالت میں یا اور کسی دنیاوی پریشانی میں جو تکلیف نفس کو پہنچتی ہے اس کا واحد علاج یکجہی اور اسید فلاح ہے جو کوئی غیر فرمئی یا مافوق الفطرت طاقت کے وجود کا عقیدہ رکھنے سے اور اس کی طرف توجہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مذہب چونکہ اس جذبہ کا باعث ہوتا ہے لہذا تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ اس میں عیسائی۔ یہودی۔ سناو۔ پرست۔ آریہ۔ ہندو۔ سکھ۔ مسلمان سنی شیعہ سب برابر ہیں۔ ایک ہندو پمپل کی درخت کی ایک شاخ کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر فرقہ اور گروہ کا حال ہے تو کیا یہی محبت وہ جذبہ مقدس ہے جس کو ہم سے مانگا گیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ تو ایک جذبہ سفلی ہے اس لئے کہ مذہب اور پیشوایان مذہب کی ایک سفلی محبت ہے۔ ان پر ذکر ہوا شخص کو ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس میں حقیقت بھی ہو۔ وہ پیشوایان مذہب خواہ فرمئی اسما ہی ہوں جن کو ہمارے آباؤ نے منسلک بنا لیا ہو۔

ایک موضوع میں جو نواحِ لکھنؤ میں واقع تھا ایک برہمن بڑا تھا اور بہت کی طرف سے جو صاحبِ تحصیلدار تھے مذہب آشنا عشرہ رکھتے تھے ایک روز اس برہمن نے تحصیلدار صاحب سے بیان کیا کہ میں لکھنؤ گیا تو عجیب ماجرا دیکھا کہ بہت سے آدمی ایک جگہ جمع ہیں اور فرش پر بیٹھے ہیں۔ ایک شخص کرسی پر بیٹھا چل رہا ہے اور سب رو رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ گائے بچہ جنے اور بیل پر تکلیف ہو۔ تحصیلدار صاحب فرمایا کہ رام چندر جی کے بن باس کا حال تو آپنے سنا ہے۔ ہندو تہیٰ کہا کہ ہاں تحصیلدار صاحب نے کچھ حالات رام چندر جی کے اپنی ماں اور باپ سے رخصت ہونے کے سنائے وہ بڑے صاحبِ برہمن زار زار رونے لگا۔ تحصیلدار صاحب نے فرمایا جس طرح تم اس کو شمن کر رونے لگے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اپنے محبوب پیشوائے مذہب کے حالات پر رو رہے تھے

ہو جائیں گے۔

فرض کہنا ہے کہ میں ان دلائل کو سننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں ہم تو محبت اہل بیت ہیں۔ ہم کو اہل رسول سے بحد محبت ہے ہم ان کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

عقل کہتی ہے کہ تم غور نہیں کرتے ایک جاہل مسلمان جو کچھ پڑھنا بھی نہیں جانتا رسول کے نام پر قربان ہونے کو تیار رہتا ہے۔ اسلام پر نفاذ ہو جانے کو فخر سمجھتا ہے۔ حالانکہ مذہب کے متعلق وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ہے کیا۔ کیا یہ ٹھنڈی رسم و رواج اور میرے مذہب کی محبت نہیں ہے اگر مذہب سے حقیقی محبت ہوتی تو کیا وہ مذہب سے وفایت حاصل نہ کرتا اور کیا اس کے احکام پر عمل نہ ہوتا۔ محبت کا دعویٰ تو اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب مدعیان محبت میں علامات محبت بھی پائی جائیں۔

چند مخصوص علامات محبت ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔ انکو دیکھنے کے بعد نفس مارہ سے خود ہی محاسبہ کر لینا چاہئے قبل اسکے کہ عادل و وز جزا کے سامنے محاسبہ کے لئے کھڑا ہونا پڑے۔

۱) محبوب کی نشانیوں سے محبت۔

جب کسی عورت کا چھوٹا بچہ مر جاتا ہے تو وہ اس کے کپڑے۔ اس کے جوتے۔ اس کی ٹوپی محفوظ رکھتی ہے اور انکو دیکھ دیکھ کر روتی ہے۔ ایک واقعہ ہے کہ ایک ضعیفہ نے ایک جوان کو دیکھا۔ دیکھتے ہی اس کے دل میں محبت کا جوش پیدا ہوا اس کے گھر پر روزانہ جاتی تھی اور اس کی خدمت کرتی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جوان اس کے ایک متوفی فرزند سے مشابہ تھا۔ اسی طرح اگر صرف آواز یا رفتار یا بود کوئی حرکت کسی شخص کی ہمارے محبوب سے مشابہ ہو تو اس سے بھی محبت پیدا ہو جائے گی۔ محبوب کی اولاد اگر وہ اخلاق و عادات میں شکل و مشابہت میں۔ رفتار و گفتار میں۔ محبوب سے مشابہ ہو تو بھی پیاری ہوتی ہے چہ جائے کہ اس حالت میں جبکہ محبوب کی اولاد تمام اخلاق و عادات میں ہم شبیہ محبوب ہو۔

عام مسلمانوں کے خلاف ہم یہ محبت قائم کرتے ہیں کہ چونکہ ان کے

اولاد رسول سے محبت نہیں۔ اس لئے رسول کی محبت سے ان کو دور کا واسطہ نہیں۔ حالانکہ رسول کا نام سن کر ان کی تکلیف میں بھی رونے لگتے ہیں اور رسول کے نام پر جان تک قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہی محبت اپنے نفس پر ہم پیش نہیں کرتے کہ اگر حسین سے محبت ہوتی تو حسین کا وارث۔ اس کا فرزند۔ اسکے اخلاق و علم و حکمت کا وارث جو زمانے میں موجود ہے ہم کو کیوں محبوب نہ ہوتا۔ کیا ہم کو اس کی یاد آتی ہے۔ کیا اس کا فراق ہم کو ستاتا ہے۔ سچ بتلانا دن میں کئی مرتبہ اس کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو دعوائے محبت جھوٹا ہے۔

نمبر ۲) محبوب کے رنگ میں رنگے جانے کی خواہش۔

ایک صاحب ثروت مغفلہ کے جن کی تمام عمر نرم گدوں پر آرام کرتے گذری تھی ایک صاحب وجاہت اور عالم فرزند تھے جو مذہبی معاملات پر بلوہ ہو جانے پر مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے۔ جب سے وہ حوالات میں گئے ان کی والدہ ماجدہ نے چار پائی پر سونا ترک کر دیا جب تک وہ مقدمہ سے بری ہو کر واپس نہ آ گئے وہ زمین ہی پر سوتی رہیں۔

تمام ہندوستان میں مسلمان ترک کی ٹوپی ترک کی کوٹ پہننا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت محبوب کے رنگ میں رنگا جانے پر مجبور کرتی ہے۔ کھانا۔ پینا۔ رہنا۔ سہنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ غرضیکہ ہر حرکت و سکون کے لئے یہی خواہش ہوتی ہے کہ محبوب کی نقل ہو اور اگر ایسا نہیں تو دعوائے محبت جھوٹا ہے اور نفس کا دھوکا ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ ہم کو اہلیت سے دعوائے محبت ہے۔ ہمارا کھانا۔ پینا۔ ہماری اہلیت کے سامان۔ ہمارا طرز زندگی اہلیت کی معاشرت سے مشابہ ہے یا بنی الیہ کی۔

۳) محبوب کے حوالے سے محزون ہونا۔ اسکی مصیبت سے محزون ہونا۔

اگر کسی کا ایک جوان فرزند مر جاتا ہے تو دنگانی دنیا بے لطف ہو جاتی ہے۔ کسی امر کی طرت وہ اتھاگ و دولا اور

جدا ہو جائے تو پھر ہر وقت اُس کی یاد میں رہتا رہتا ہے۔ کھانا پینا
کھینٹنا کسی کام میں بھی اُس کو لطف نہیں آتا۔ ہم بھی آل رسول سے
محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور آل رسول کا ایک فرد جو بقیہ آل ہے
اور اُنکی واحد نشانی ہے۔ موجود ہے۔ اور ہم سے غائب ہے کیا
اُس کا فراق ہم کو رُلا تا ہے۔ کیا ہمارے دل میں اُس کی یاد شیر
چھوٹی ہے۔ کیا اُس کے فراق میں ہم کو امور دنیا بھلے معلوم ہوتے
اگر ایسا نہیں ہے تو دعوائے محبت غلط ہے اور ہم کو محض میرے مذہب
کی محبت نے جو ایک جذبہ غلی ہے دھوکے میں ڈال رکھا ہے محبت
الہیہیت تو نعمت رب العزت ہے اور نوز ہے جو قلب کو منور کر دیتا
یہ نعمت تو انھیں کو عطا ہوتی ہے جن کو اس کے لینے کی خواہش ہو
اور درگاہ رب العزت سے گڑگڑا کر طلب کریں۔ محبت الہیہیت
کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ موت کی آرزو پیدا ہو جائے۔ خدام کو بھی
یہ نعمت عطا فرمائے اور ہمارے قلوب کو نور محبت آل رسول سے منور
کر دے۔ آمین۔ تم آمین

ایک ہندو الہی کی کنو

جناب اے سندھ ناتھ ہی صاحب فراتی رئیس دریا باد

سبحا عیان

جو وقت گلوئے شبہ و خیر رکھا بر بھی کی آئی کو آہ لب بر رکھا
دل تمام بیا نہیں نے اوز نہر چھا ئی یہ بد اس نے پتر رکھا

بشیر یہ موم مصیبت ہو کج بد بزد کو دشمنی نہایت ہو آج
ہستے ہیں جد جگر جو پائے ہیں لٹی شلہ وہ جہاں کی دوت ہو کج

صابر نہ حسین ساندھانا ہوگا ہٹے ہی لوگ یہ زمانہ ہوگا
دو نہ دھم نہ لیگی کر با کی شال خط یہ بہشت کو روانہ ہوگا

جوش باقی نہیں رہتا۔ اور اگر کسی خاندان کے اکثر افراد امراض و بآئی یا اور
کسی سبب سے فوت ہو جانے میں تو یہ ساندگان کی دنیا بھی بدل جاتی ہے
تمام امور دنیا میں دیگر اہل دنیا کی طرح مصروف و غور رہتے ہیں۔ مگر
خواہشات و جذبات کا دوا نہ اور جوش بالکل باقی نہیں رہتا مغموم و غور
ہونے کی یہی علامت ہے۔

انفوس کہ سیدہ حلیم کا بھر گھر دو پر میں تباہ ہو جائے اور
ہمارے قلوب غور نہ ہوں اور غم کا اثر قبول نہ کریں۔ رسول کی نواہیات
سر بہ نہ ہو جائیں اور ہماری غور میں رشیم نہ ہوں۔ نہ نیت کریں۔
فرزند رسول بے گور و کفن خاک و خون میں آغشته نہ کریں۔ نہ
اور ہمیں لباس فائزہ کی خواہش ہو۔ وائے ہرین نہایت۔

جز (۴) محبوب کو نقصان پہنچانے والے اسباب سے نفرت۔
ایک واقعہ ہے کہ ایک پھر امرو دیکھا اگر یہ نہ میں مبتلا ہو گیا اور
فوت ہو گیا۔ اس کی والدہ کا حال یہ تھا کہ تباہ و حیران ہو کر دیکھتی تھی
روٹی تھی اور کبھی اسے گھر میں امرو نہ مگانی تھی۔ اسی طرح دیکھا گیا ہے
کہ جب کسی بچہ کو کسی خاص کھیل یا کام سے ایسا انفعاد ہو جاتا ہے کہ
موت واقع ہو جائے تو اس کی ماں اس کھیل یا کام سے نفرت کرنے لگتی ہے
اس سے منہ مڑتا ہے کہ محبت کا متعلق ایسا ہے کہ جو اسباب باعث مصرت
محبوب ہوئے ہیں ان سے ہی نفرت ہو جائے۔ مثلاً بید کی چھڑی سے لہا
مبارک سر بر جہہ سنی کو اذیت پہنچی تھی تو جان آل بید کی چھڑی سے
نفرت کرنے میں۔

مگر کیا حب جاہ۔ نام و نود کی عزت و ثنوت کی خواہش۔ مال
دنیا کی محبت۔ حکومت کا خون و خون غیر اللہ۔ یہی وہ اسباب ہیں جنہوں نے
لوگوں کے دلوں میں جگہ پا کر ان کے نفوس کو مغلوب کر کے دشمنی الہیہیت
پر راغب کیا اور بیخود میں تباہی و بربادی خاندان رسالت تلور میں لپی
ہلن ہم بھی مدی محبت ہیں کیا ہم کو آل رسول کی تباہی کے اسباب سے
نفرت ہے اگر نہیں تو ہمارا دعوائے محبت جھوٹا ہے۔

جز (۵) محبوب کی یاد اور وصال کی خواہش۔
بچہ کو دیکھنے کہ تین چار سال کے بچہ کو باپ کے پاس بیٹھنے۔ ہر
دقت اُس کے پاس رہنے کی خواہش ہوتی ہے اور اگر باپ اس سے

چتر زینت علیؑ کے کارنامے

(از جناب مولانا وجیہ الحسن صاحب پاروی سابق مدیر الاعط لکھنؤ)

دنیا کی تاریخ میں عورتوں کے کارناموں کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے ان میں جناب زینب بنت علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کی شخصیت کو ایک ایسی نمایاں حیثیت حاصل ہے جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ ابتدائے عمر سے آخر وقت تک آپ کی نوعیت تمام دنیا کی عورتوں سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ جو خصوصیات آپ کو حاصل ہیں یہ ممکن ہے کہ وہ آپ سے سابق میں بھی کسی کو حاصل ہو جاتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ جتنے کارنامے آپ سے ظہور میں آئے وہ کسی اور سے نہیں نظر ہوتے خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ زمانہ کے انقلابات نے یہ خصوصیات آپ ہی کے پائے نام کر دیئے۔

یاد دوسروں میں ایسے عظیم الشان کارناموں کی انجام دہی کی صلاحیت ہی نہ تھی لیکن میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ آپ کا ماحول جناب سردر کاومات سے شروع ہوا کہ جناب امام حسینؑ تک ختم ہوتا ہے اور تاریخ کا یہ زمانہ گونا گوں مصیبتوں پر چونکہ مشتمل تھا اس لئے نفسی اصول کے ماتحت ایک شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جناب زینب ان خصوصیات

کی جو آپ میں پائی گئیں انتہائی مرتبہ پر صانع تعالیٰ ہدیہ ہے کہ انبیاء سابقین کو بھی ان کے مقابلہ میں پیش کرتے ہوئے ذاتی حیثیت سے ایک شخص کو تامل ہوتا ہے اور وہ کوئی واقعہ ایسا نہیں پاتا جو مقابلہ میں لایا جائے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ اور علیؑ ابن ابیطالب جس کے ماں باپ ہوں جسکی زندگی کا زیادہ حصہ کشمکشوں اور انقلابوں کی نذر ہو گیا اور جن کے بھائی حسنؑ و حسینؑ جیسے پروردہ آغوش رسولؐ ہوں وہ اضطراب و غم اور پریشانی و شب و وقت میں استقلال کا کتنا عظیم الشان پہاڑ بن کے نمایاں ہو گا جس نے عمر بھر حق پرستی اور حق جوئی کا لمحہ بہ لمحہ درس لیا ہو وہ کیونکر جادہ حق سے دستکش ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بشریت کی عام خصوصیات ہی ہیں کہ انسان خطروں میں ثابت قدم نہ رہ سکے لیکن جن نے ان عام خصوصیات کے ساتھ روحانی تقویت کے درس بھی حاصل کئے ہوں اسے دنیا کی کوئی طاقت مضطرب نہیں

درد پھری بہا ہیاں

جناب آرزو انبالوئی تلمذ خانانہ شاو انبالوئی

یاد ہیں اے فلاکتیں درد پھر کہاں
سب طبع بنی کی تجھ سے ظلم سے مہمان
کس نے دلائین دین کو انانے کا مہمان
کی ہیں کسی مرضی سے کانٹوں سے رانیاں
خاک میں کن کی تل گئیں اگھٹی ہوئی جوانیاں
لاکھوں لمحہ نہ آج بھی آنکی ہیں حمرانیاں

یاد ہیں اے فلاکتیں درد پھر کہاں
یاد ہے ارغس کو بلا گئے تھا دیا کلا
تھا یہ کسی میں حوصلہ ابن حسین کے سوا
نصرت دین کے واسطے یاد ہیں کن کے خون
نام و نشان نہ مٹ سکا رت گئے گورہ باڈا

لاشوں کو جمع کر کے دفن کریں گے اور ضریح مقدس پر ایسا نشان قائم کریں گے کہ اُس کے آٹھ لاکھ کوئی ٹٹا نہیں سکتا حالانکہ میٹھو یا نکھڑ اور سربر آوردگان گر اسی وضاحت اُس کے نمونے میں اٹھری چوٹی کا زور لگائیں گے لیکن اُسکی بلندی بڑھتی ہی جائے گی۔

اس کے بعد امام نے پوچھا وہ عہد کیا ہے جناب زینب نے ام امین کی ایک حدیث بیان فرمائی جس میں واقعہ کربلا کی پیش گوئی کے طور پر بیان کیا گیا ہے (دیکھو طراز المذنب ۵۵۵ ۲۵۵) واقعہ کربلا کے بعد جناب علیا مقام نہایت استقلال سے بچوں اور عورتوں کی نگرانی کرتی ہوئی اس سخت دنیا کا مقابلہ کرتی جاری تھیں جو اسلامی احکام کی رو سے اور ایم جاہلیت کے رسم و رواج کی بنا پر بھی ایک باعزت خاتون کے لئے حد درجہ امانت خیز تھا اور اسی کے ساتھ احکام اکہیہ کی تبلیغ بھی فرماتی جاتی تھیں۔

کوفہ میں پہونچکر آپ نے تماشائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اپنی آنکھیں بند کر لو اور ہمیں نہ دیکھو۔ لوگوں نے ارشاد سنتے ہی اپنی آنکھیں عورتوں کی طرف سے پٹالیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ محسوس ہوا کہ اٹھا کہ الفاظ علی ابن ابیطالب کی زبان میں نکل رہے ہیں۔

اس طویل تقریر کا یہ جز خاص طور پر قابل غور ہے کہ تم نے جتنی کوششیں کیں وہ سب رائیگاں گئیں جن ہاتھوں سے تم نے یہ کام کیا وہ ہلاکت میں پڑ گئیں تمہاری تجارت میں تم کو گھٹا ہوا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ

افسوس تم پر کوفہ والو۔ تم کو معلوم ہے کہ تم نے نڈ کے کس جگہ کے ٹکڑے کئے اور تم نے کونسا عہد توڑا لالونی قابل احترام تھے کو تم نے باہر نکالا اور کس کا خون بہایا اور کس کی بے احترامی کی۔ تم نے بڑی سنگدلی کا کام کیا

نہا سکتی۔ چونکہ جناب زینب اس سے کہیں بالاتر تھیں کہ انہیں کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی دنیا کی مضطرب کر سکے بلکہ اضطراب کے بجائے آپ میں استقلال کی وہ خوشنمایاں موجود ہیں جنہر عالم انسانیت کو ہمیشہ فخر ہے گا۔ علاوہ اس کے کہ آپ نے اپنے فرزندوں کو نہایت خندہ پیشانی سے اسلام پر قربان کیا آپ نے اُس بھائی کے جس پر دنیا کی ہر چیز کو بچ دینے کو تیار رہتی تھیں حق کی خاطر قربان ہو جانے پر ہشک غم نہ پایا آپ نے ایک موقع پر وہ کام کیا ہے جو امام زین العابدین کی سنگین قلم کا ایک ندیہ بن گیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے جس وقت دیکھا کہ اصحاب و انصار حسین خاک و خون میں غلطاں پڑے ہوئے ہیں اور عورتوں کو مفید کر کے کوفہ لیجا نا چاہتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں کہ میرا کلیجہ پھٹنے لگا اور سینہ شکنی کرنے لگا قریب تھا کہ میری روح نفس غمصری سے پرواز کر جائے وخت میری حالت میری بچہ بھی جناب زینب نے دیکھ لی اُس وقت آپ نے فرمایا۔ ہا نہیں بیٹا تم کیوں اپنی جان دے دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میری یہ حالت کیونکر نہو کہ میں اپنے پیر بزرگوار اور بھائی جھتیوں اور اعداء و انصار کو خاک و خون میں غلطیدہ دیکھ رہا ہوں کہ اس جنگ میں ان کی لاشیں عریاں پڑی ہوئی ہیں کوئی ان کا دفن کرنے والا نہیں ہے گویا یہ کفار ترک و دہلیم ہیں؟ اس کے جواب میں جناب زینب نے جو کچھ فرمایا وہ مقصد حسینی کی تکمیل کے جذبات سے بھرے ہوئے دل کی پوری ترجمانی کرتا ہے آپ نے فرمایا۔

”تم اپنے دل پر قابو حاصل کرو قسم ہے خدا کی تمہارے دادا اور پیر بزرگوار اور چچا سے رسول اللہ کا ان مصائب کے برداشت کرنے کے متعلق معاہدہ ہے اور خداوند عالم نے اس امت کے کچھ لوگوں سے عہد لیا ہے جن کو ان فرعونوں کا گروہ نہیں پہچانتا وہ لوگ اہل آسمان میں مشہور و مشہو ہیں وہی اہل شہدہ اس کے اعضاء بریدیہ اور ان غول آلود

قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے اور زمین ٹکافتہ ہو جائے
اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تم نے نہایت سخت درندگی
کا کام کیا۔

کیا اسکے بعد بھی تم کو تعجب ہے کہ

آسمان سے خون کیوں برس رہا؟

آخر جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ
اے پوچھی اب خائوش ہو جائیے آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔

اسکے بعد ایک تقریر جناب زینب کے ابن زیاد
کے دربار میں کی۔

ہماری یہ مخدرہ علیا و دربار میں ایک گوشہ میں کسی طرح
بیٹھ گئیں ابن زیاد کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی۔ اُس نے چھا
یہ کون ہیں جو اس نفرت و حقارت سے میرے دربار میں
بیٹھی ہوئی ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ جناب زینب بنت
علی ہیں۔ یہ سنکر ابن زیاد مخاطب ہوا۔ کہنے لگا زینب
دیکھا تم نے کہ خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا
مغضب نے فرمایا اُس نے جو کچھ کیا وہ اچھا کیا ان لوگوں کو
"تو قتل ہونا ہی تھا وہ سب اپنی اپنی خواجگاہوں میں پہنچ گئے
خدا عنقریب تم کو اور ہم کو ایک جگہ جمع کرے گا وہاں تم لوگ
اُس میں جھگڑا اور کٹ کٹتی کرو گے۔ اے ابن زیاد میرے
لئے ایک خاص مقام معین کیا گیا ہے جہاں تجھے سوالات
کئے جائیں گے تو جواب کے لئے تیار ہو جا۔ اُس روز
دیکھنا کہ کس کی فتح ہوئی اور کس کو شکست۔"

جناب زینب کی یہ گفتگو جب ختم ہوئی تو ابن زیاد قتل پڑ
آباد ہو گیا۔ عمرو ابن حرب نے کہا کہ عورتوں سے مواخذہ
آج تک کسی نے نہیں کیا یہ عورت ہیں ان سے تو مواخذہ نہ کر۔

یہ سنکر ابن زیاد کہنے لگا کہ خدا نے حسینؑ سرکش اور دوسرے
گناہگاروں کی ہلاکت کو قتل کر کے میرے دل کو تسکین دی ہے

جناب زینب یہ سنکر رونے لگیں فرمایا کہ

اگر ان لوگوں کے قتل سے تمہکو تسکین ہوئی اور میرے

حسینہ میں ٹھنڈک تو میں مانتی ہوں کہ ہو گئی؟

ان تقریروں سے جو اثر ہوا وہ اپنے معجزات آج تک
دنیا کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے اور آج بھی باوجودیکہ مختلف
لباسوں میں اہل فساد ان اشارہ کو محو کرنے کی کوشش کرتے رہتے
ہیں لیکن دنیا دیکھتی ہے کہ ایک طرف ان کی کوشش اور دوسری
طرف یہ تیرہ سو برس کا فرسودہ افسانہ حیرت انگیز مقابلہ
کرتا ہے اور کھلے کھلے کچھ نہیں ہیتی۔

ہماری داستان غم و فراق ہے زمانہ کو
وہ ہم ہیں جو زبان غیر سے فریاد کرتے ہیں

شاہ ولی حضرت ظفر بادشاہ اور محرم

محرم میں بادشاہ ظفر شاہ دہلی فقیر کے پھر کڑے بننے
اور گھر میں سبز جھولی ڈالتے تھے جتنی تاریخ کو تھوڑی
دیر کے لئے ترے ہاتھوں میں لیکر اور چاندی کی زنجیر
میں بانڈھ کر گشت کرتے تھے۔ ساتریں کو ہندی بڑی دم دم
دلہا سے اٹھتی تھی۔ اور بادشاہ نبض نبض اسکی شاییت
کرتے تھے، آٹھویں کو حضرت عباسؑ سقائے حرم کی یادگار
میں لال کھاروے کی لٹکی بانڈھ کر ہشتی بننے اور شربت
کی بھری ہوئی مشک کا ندھے پر لکھ کر مصوموں کو شربت
پلاتے تھے۔ دسویں تاریخ کو عشرے کے دن موتی مسجد میں
عاشورہ کی نماز پڑھ کر ظہر کے وقت حاضری کے ہتھوڑوں
پر نذر دیتے تھے۔ دسرخوان پر شرمالیں چنی ہوتی تھیں اور
شیرالوں پر کباب۔ پیسہ پودینہ، ادک، مولیاں لکھ
رکھی جاتی تھیں۔

یہ رسوم اہانت میں نہ اس وقت رائج تھے نہ اب ہیں خصوصاً
نماز عاشورہ اور حاضری کا سینوں کے ذریعہ میں قطعاً وجہ

نہ تھا۔ ۸۲ - ۸۵ امیر احمد علوی بی۔ ۱۰۷

بادشاہ ظفر ۱۰۸۵ امی بریس لکھنؤ

سورہ ص

(اور) بیّنہ

حسین کا کارنامہ شہادت

عالمگیریہ مولانا علی صفدر صاحب ایم اے ایل ایل بی لکھنؤ

۱۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ بیان معرفت میں قرآن مجید نے حصول دلیل کو سکھانے پر چھوڑ دیا ہے۔ صرف دلیل کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا ہے اور دلیل تک پہنچنے کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ قسم کی آیات کو آیت مابعد سے ربط دیا جائے اور ربط دینے کے لئے وہ قضا یا لانا ہوں گے جو اصول دین کے ضمن میں ثابت ہوئے ہیں یا جو ہدایت سے حاصل ہوں چنانچہ سورہ العصر کی تفسیر میں جس مطلب سے کام لینا چاہتا ہے وہ اصول دین میں سے حسب ذیل امر ہے۔

انسان میں اس قدر حوائج جسمانی اور خواہشات نفسانی ہیں کہ باوجود عقل اور امتیاز حق و باطل اور ان اسباب ہدایت کے جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے اس کے لئے دیئے ہیں کہ اس کا حق کو اختیار کرنا اور عمل صالح پر قائم رہنا بغیر احتیاط کے دشوار ہے۔ لیکن چونکہ مشیت انبوی اس امر سے متعلق ہوئی کہ ایسی مخلوق پیدا کرے جو لہذا جسمانی۔ سرور روحانی کے علاوہ منکریم کو بھی حاصل کر سکے۔

لہذا جسمانی حیوانات کے لئے ہیں اور ان کے سوا کسی نعمت کے حصول کی استعداد ان میں نہیں نہ وہ عزت و ذلت کا احساس کر سکتے ہیں نہ سرور روحانی مٹھا سکتے ہیں۔

مقدمہ۔ اس سورہ کی تفسیر سے پہلے ہم دو اصولوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

اول یہ کہ بیان معرفت میں قرآن مجید بجائے استدلال کے دلیل کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ اشارہ کئی طریقہ پر ہے منجملہ ان کے ایک اشارہ قسم ہے کہ قسم سے مراد توثیق کلام ہے یعنی قسم وہ ہے جو کسی بیان کے لئے ثبوت ہو اس واسطے قسم بمعنی دلیل و برہان ہوا۔ چنانچہ قسم کے معنی کی توضیح سورہ والفجر کی ابتدائی آیات نے کی ہے۔

والفجر و لیل و عشو و الشفع و لوت و اللیل اذا یسر فی ذلک قصصہ لندی حجر۔ اس آخری آیت کی بلاغت حیرت انگیز ہے۔

فی ذلک میں ذلک کا واحد ہوتا یہ بتاتا ہے کہ اوپر کی چاروں آیتیں ملکر ایک مفہوم ہے۔

۲۔ اور یہ مفہوم ایک قسم ہے۔ ۳۔ اور یہ مفہوم قسم ہے اہل عقل کے لئے یعنی اس قسم کا جنہاں ان لوگوں پر ظاہر ہوگا جو عقل سے کام لیں گے یعنی غور و فکر سے یہ امر حاصل ہوگا یعنی یہ امر نظری ہے اور امر نظری میں عقل کا کام ترتیب قضا یا اور اناج ہے۔

۴۔ اس واسطے قسم کا دلیل ہونا متعین ہوا۔ ۵۔ یہاں اس آیت نے اہل عقل پر امور معرفت میں نظر کرنا واجب کیا۔

دلالت ہے (بعد کی آیت کے بیان پر) اور یہاں ظرف زمانی
کما محاذرہ کے تتبع میں اور منظور مراد لیا۔

اس کے بعد کی آیت ان اکالہ انسان نفی خصم سے اس
آیت کا ربط اس طرح چاہئے کہ والعصر اسکی دلیل ہو جائے
پس مطلب صاف ہے کہ انسان کے فنا ہونے اور عالم
کے فنا ہونے کے بعد جب قیامت قائم ہوگی تو انسان کا
(سوائے مستثنیٰ کے) خسارہ میں ہونا ظاہر ہے۔ اور وہ اس
طرح کہ اُس نے تقوٰیٰ سے نفع (دنیا) کو اختیار کیا اور بڑے
نفع کو ترک کیا بلکہ اُس کے ساتھ ایسا ضرر خرید لیا جو بیوی
ذات حاصل شدہ کے مقابلہ میں نہایت عظیم عذاب ہے۔
تو یہاں دوسرا خسارہ ہے کہ ایک تو متوقع عظیم منفعت کے
مقابلہ میں تقوٰیٰ سے نفع کو لے لیا اور جو نفع یہاں اٹھایا
وہ بھی سزا کے مقابلہ میں نہایت خفیف ہے۔

اَلَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ دَتُوا صَوَابًا بِحَقِّهِ
تَوَا صَوَابًا بِالْغَدْرِ۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور
عمل صالح کئے اور وصیت حق کی اور وصیت صبر کی یعنی
یہ لوگ خسارہ میں نہ ہونگے بلکہ بڑے نفع میں ہوں گے
کہ تقوٰیٰ سے مشقت اٹھا کر بے نہایت نعمتیں حاصل کریں گے
یعنی اُن کو نجات حاصل ہوگی داخل بہشت ہوں گے۔
وصیت کے معنی مطلق نصیحت یا وہ نصیحت جو کوئی
اپنے پیارا نہنگان کو کر جائے۔ یعنی مرجع کے بعد نصیحت
اُن کی ہدایت کا سبب ہو۔

فحوائے آیت سے ظاہر ہے کہ فقط ایمان کفیل نجات
نہیں۔ مطلقاً ایمان اور عمل صالح ہی کفیل نجات نہیں بلکہ
جب ایمان اور عمل صالح اس درجہ پر پہنچ جائے کہ وہ
وصیت حق اور وصیت صبر کا سبب ہو تو وہ کفیل نجات ہے۔
نصیحت دو طرح ہوتی ہے قول سے اور عمل سے چنانچہ
ایک تنقی کی زندگی دوسروں کے لئے جو اُس کے حال کے
شاہد ہیں قوی نصیحت ہے۔

سرور روحانی جو ادراک حقائق سے ہوتا ہے
ملائکہ کے لئے ہے لیکن لذات جسمانی کی استعداد اُن میں
نہیں ہے گو عزت اور ذلت کا ادراک ہے۔

انسان ایسی مخلوق ہے کہ جسمیں لذات جسمانی۔ سرور
روحانی اور عزت یا تکبر میں سب کی استعداد ہے۔ اس واسطے
وہ بالاستعداد سب زیادہ نعمتوں کا مورد قرار دیا گیا۔

اب چونکہ عزت یا تکبر کا حصول اس وقت ہو سکتا ہے
جبکہ کوئی ایسا کام کرے جس میں دشواری ہو۔ اور جس قدر
زیادہ دشواری کام میں ہوگی اُس قدر زیادہ استحقاق
عزت و تکبر حاصل ہوگا۔ تو چونکہ تمام مخلوقات میں صرف انسانی
پر قائم رہنے کے لئے انسان کے لئے سب سے زیادہ دشواریاں
اور مزاحم ہیں اس واسطے کوئی مخلوق استحقاق العظام اور عزت
و تکبر میں انسان پر سبقت نہیں لیا سکتا۔ چنانچہ اس انعام کو
خدا نے باعتبار کیفیت کے کامل بنایا ہے اور باعتبار زمانہ کے
ابدی اور باعتبار مقدار کے خواہش سے زیادہ۔ لیکن جس
نے باوجود عقل کے ناک قبول نہ کیا اور باوجود امتیاز خیر و شر
شر کو اختیار کیا تو اُس کے واسطے ایسا عذاب مقرر کیا ہے
جو شدت میں نہایت خست دمانہ کے لحاظ سے ابدی اور قسم
کے اعتبار سے گوناگوں ہے۔ اب ان باتوں کی تصریح کے
بعد ہم اس سورۃ کی توضیح کرتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ۔ عصر کے معنی زمانہ یا آخر روز نماز شدن
آفتاب۔ معنی اول سے عصر کا استعمال مضاف کے ساتھ
ہوتا ہے جیسے عصر ماموں رشید۔ عصر جدید وغیرہ۔ اس
واسطے دوسرے معنی کا بیان نہیں ہوا۔ عصر کے وقت
فطرت میں زوال نور و حرارت ہوتا ہے اور انسان سے
بوجہ دن کے کام کے تنکاح سے زوال قوت ہوتا ہے اور
زوال مودی بہ فنا ہے۔ اس واسطے یہ زوال انسان کے فنا
ہونے اور عالم کے فنا ہونے کی دلیل ہے۔

یعنی والعصر کے معنی یہ ہوئے کہ آخر روز کے حوادث سے

یہ ثابت کیا کہ شریعت کے حامل اسپر بقیں کامل و مستحق ہیں نہ یہ کہ شریعت کو دنیا حاصل کرنے کا حیلہ بنایا ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ انکی ایجاد طبع سے ہے بلکہ انہی شریعت کا نزول ایک واقعہ ہے جو ان کے افعال سے ثابت ہے۔ اسی طرح جو مومن اپنے افعال سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ دنیا کے فوائد کو حق کے لئے ترک کرتا ہے تو وہ حق کی وصیت کرتا ہے۔ تو اوصو بالصبر۔ ہر عمل صلاح کے لئے صبر لازم ہے کیونکہ عمل صلاح یا تو سبب تکلیف ہے جیسے نماز روزہ حج جہاد کہ انسان راحت کو ترک کرتا ہے اور تکلیف اختیار کرتا ہے اور اس تکلیف پر صبر کرتا ہے۔

یا عمل صلاح ترک حرام پر مشتمل ہے اور یہاں نفس اس لذت سے جو فعل حرام میں ہے روکتا ہے یعنی صبر سے کام لیتا ہے۔ ہر حال صبر ہر عمل صلاح کا جزو ہے اور جس قدر کسی فعل میں زیادتی صبر ہوتی ہے اس قدر اس کی صلاحیت اور ثواب کی زیادتی ہوتی ہے۔ اسوئے صبر سے عمل صلاح مراد ہے۔

ماحصل اس سورہ کا یہ ہے کہ جو مومن عمل صلاح کرتے ہیں اور ایمان ان کے نفوس میں اس طرح جاگزیں ہے کہ ان کے قول اور فعل سے وصیت حق اور وصیت صبر حاصل ہوتی ہے ان کی مغفرت یقینی ہے۔ اور جو ایسے نہیں ہیں وہ آخری خسارہ کا استحقاق حامل کر رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ سورۃ ایک خاص وصف کے مومنین کے لئے مغفرت کی بشارت ہے رہی ہے۔ اور کچھ لوگوں کو ان کے نقص ایمان پر مشتبہ کر رہی ہے کہ وہ خسارہ میں ہیں۔ ایسے ایمان اور اعمال کو درست کریں اور اول الذکر کی وصیت حق اور وصیت صبر سے فائدہ اٹھائیں تاکہ ان کے ایمان اور افعال درست ہو جائیں۔ اور چونکہ صراط مستقیم کا حصول صرف اتباع معصومین میں منحصر ہے۔ تعین ہوا

یعنی حق ان کے نفوس میں اس طرح جاگزیں ہو کر لگے جملہ افعال و اقوال حق کی تبعیت میں واقع ہوں۔ تو وہ اپنے افعال و اقوال سے حق کے بڑے گواہ یا شہید ہیں کہ انکی مثال لوگوں کو حق اور صبر کی طرف کھینچتی ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ وہ اس ہی حال پر آخر زندگی تک قائم رہیں تب یہ امور کفالت نجات کر سکتے ہیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ ایک مومن سے بہت سے اعمال صلاح صادر ہوں لیکن اگر آخر میں معصیت اختیار کرے تو اسکی نجات یقین نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ وہ تو اوصو بالحق اور تو اوصو بالصبر کا مصداق آخر تک رہے۔

اسوئے اس سورہ میں وصیت کے معنی اس نصیحت کے ہیں کہ جو انسان اپنی موت کے بعد چھوڑ جائے۔

تو اوصو بالحق وصیت حق سے مراد یہ ہے کہ اپنے قول اور فعل سے دین کی (جو حق ہے) صداقت ظاہر کرنا اور دین کی کوئی شہید نہ مقتول فی الجہاد اس طرح دینا ہے کہ جیسی مثلاً امام حسین نے اپنے قتال سے دی ہے۔ اگر حضرت کی غرض اس قتال سے حصول ملک دنیا

کا حصول ہوتا تو جس وقت وہ حضرت دیکھتے کہ اب اس غرض کے حصول کی کوئی امید نہیں بلکہ جان بھی جاتی ہے تو ہر طالب دنیا ایسے موقع پر بیعت پذیر کر لیتا اور جان کو مال و دولت پر ترجیح دیتا اور جان بچا کر دوسری تدبیر سے حصول دولت کی کوشش کرتا لیکن امام نے یہ دیکھ کر کہ اسلام کے مٹ جانے کا خطرہ ہے اس واسطے کہ نبرد علانیہ فسق و فجور سے اسکی عملی تکذیب کر رہا ہے اور وصیت باطل پر آمادہ ہے اور مسلمان برائے الناس سے ملے دین ملو کہ ہر اسلام کو ترک کرتے جاتے ہیں اور اس فاسق کی طرف جذب ہو رہے ہیں اور اس شریعت کو جس کے وہ حامل اور حافظ تھے باقی رکھنا ضروری ہے اس واسطے انھوں نے اپنا قتل ہو جانا منظور کیا کہ اس شہادت سے بقاء اسلام کے اسباب پیدا ہو جائیں اس طرح حضرت نے

کہ خسارہ جالوں کو تنبیہ اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جبکہ تدبیر
صلاح ان کے لئے ممکن ہو۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ کچھ ایسے
کامل الایمان تزدول سونہ کے وقت موجود ہوں جن کا بغیر
اور قول وصیت حق و صبر کرنا ہو اور ان کے اتباع کا حکم ہو
اب اگر ایسے مومن سے مراد خود رسول اللہ کو لیا جائے
تو ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مصرح حکم ان کے اتباع کا
ہو جسے محل پر قرآن میں حاصل ہو چکا ہے۔ پس یہ پوری سورۃ
تکرار عبت اور تفصیل حاصل کا مصداق ہوتی جاتی ہے۔ بلکہ
اس مطلب کو ایک پوری سورۃ میں بیان کرنا دلالت کرتا ہے تمام
پر کہ اس سے افادہ مطلب خاص کا لازم ہے۔

اس واسطے سولے رسول کے کوئی اور شخص یا شیئ
ہو جن کی طرف متوجہ کرنا جائز ہے۔ لیکن تعین فرد یا افراد
جو کسی آیت کا مصداق ہیں ہمیشہ رسول پر محمول۔ نہایت
اس واسطے حدیث رسول کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔
اور حدیث میں اس فرد یا افراد کا تعین پایا جاتا ضروری ہے۔
خیالچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو خدا کی
طرف سے یہ خبر دی گئی کہ فلاں شخص کو نکھاری آل سے ایسا
موقع پیش آئے گا کہ کمال وصیت حق و صبر کا مستلزم ہے
اور اس خدا کے بندہ نے اپنے راضی بالرضا ہونے کا اظہار کیا
اور اس کمال وصیت حق و صبر کو اپنے عزم سے باہر نہ پایا۔
جس پر رحمت آئی ہے اس کی جانب التفات کیا اور برائے
ترغیب اور تحریص الی الخ اس سورۃ کو نازل فرمایا۔ امام
معاذ کو ظاہر کیا اور امت کو ان کی مثال کے اتباع کا حکم دیا
اس صورت میں یہ سورۃ حسب ذیل مطالب پر نازل ہوا

دل وہ کامل الایمان جو وصیت حق و صبر کرتے ہیں یا
رب امام حسین کو جو اپنی شہادت سے کمال وصیت حق
و صبر کرنے والے ہیں بشارت مغفرت ہے۔

۲۳ امام حسین اور ایسے حضرات کا اتباع کرنا چاہئے۔
۲۴ جو لوگ ان کے اتباع کی سعی نہیں کرتے و متنبہ

جائے ہیں کہ وہ خسارہ میں ہیں۔

۲۵ سورہ کا نزول امام کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے
جب اس سورہ کے پانچ مدلول قرار پائے اور یہ معلوم
ہے کہ والعصر یعنی حوادث عصر سے اسکی آخری دو آیتوں
کے مطالب پر دلیل حاصل ہے اور دو مطلبوں پر والعصر سے
دلیل حاصل ہونا بھی واضح ہو چکا ہے یعنی عداوت و عداوتی
مطالب پر بھی والعصر سے دلیل نہایا ہے۔

سورہ کا نزول بغرض تکریم حسین ہے۔ اور امام حسین
قابل اتباع ہیں۔ ان پر والعصر سے دلیل حاصل ہونا چاہئے۔

چونکہ والعصر سے حوادث عصر مراد ہیں انہیں سے وہ
نماز پڑھیں جو امام نے روز عاشورہ عصر کے وقت ادا کی۔
خیالچہ ایسے حال میں جبکہ حضرت بھوکے پیاسے شدید
تنگی میں اور بدن میں تیر میروست ہیں اس وقت نماز کی طرف
رجوع کرنا اس امر پر دل ہے کہ حق حضرت کے نفس میں
اس طرح جاگزیں تھا کہ کسی وقت اور کسی حال میں حضرت
وصیت حق اور وصیت صبر سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور
یہ کہ امام حضرت کو خلافت کا متبوع قرار دیتا ہے۔

پس تعین ہوا کہ والعصر سے مراد حضرت کی وہ نماز عصر
بھی ہے اور یہ امام کی فضیلت کے کمال پر دل ہے کہ انکی
ایک نماز کو رب العالمین بطور رحمت کے پیش فرمائے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ آیت امام حسین کی
شان میں نازل ہوئی ہے تو اس میں ان کے نام کے ذکر کا کوئی نفع
حاصل ہے کہ تعین فرد جیسا کہ رسول اللہ شاہد حسیہ سے
ذکر نام کے ساتھ کر سکتا ہے وہ کتاب سے ممکن نہیں اس واسطے
یہ کام ہمیشہ رسول پر محمول رہتا ہے کیونکہ کلام رسول بھی مطابق
وحی ہوتا ہے۔

دوسرے اگر آیت امام علی کے لئے مخصوص ہوتی تو ذکر
کے لئے ترغیب الی الخیر کا سبب نہ ہو سکتی۔

تیسرے وہ کمال وصیت حق اور وصیت صبر جو ایک

خصوصیات مثلاً امام کا ذکر ضروری نہ رہا۔

صرف اسے اوصاف کا بیان جو صرف ایک فرد میں مقتضی ہوں
ہیں اور اس کے لئے کوئی حد نہ ہو۔ جبکہ کافی حد تک
خاص وقت میں ظاہر ہوا اور جو اس کے نزول کا سبب ہوا ہے
وہ سورۃ الی الخیر کے لئے دوسرے اس حق میں

نفاق کے اُمتداری ہو سید میں سفینہ الہیتؑ

(جناب اکبر علی صاحب اے ال ٹی پرنسپل شیعہ کالج لکھنؤ)

اگرچہ دخل طبع جہاں ہی کون و فساد

مگر زمانہ کی نیت فساد سے نہ بھری

شرست انسانی بھی ایک عجیب طرفہ سمجھو جس قدر

زیادہ اس کا مطالعہ کرتے جائیے حیرت کی انتہا باقی نہیں رہتی

ماہرین نفس تھک کر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کئے پر مجبور ہوتے ہیں

کہ فطرت انسانی مجموعہ اخلاص ہے۔ بیک وقت آگ

بھی ہے پانی بھی ہے ذودور بھی ہے۔ گول تار بھی ہے

سکون بھی ہے۔ طوفان بھی ہے۔ مٹھرا ہوا اور یا بھی ہے

امتدات ہوا سیلاب بھی ہے۔ دم بھی ہے۔ غضب بھی ہے

مہربان بھی ہے۔ تاہر بان بھی۔ عادل بھی ظالم بھی ہے

کریم بھی خلیل بھی۔ لہذا انسان کے متعلق جہاں تک اس کے

توقعات کا سوال ہے کوئی صحیح اور یقینی پیشین گوئی نہیں

کی جاسکتی ہے کہ کب دوست دشمن ہو جائے گا اور کب

دشمن دوست ہو جائے گا۔ کب وفادار و غلام بے وفایا ہو جائے گا

اور کب بیوفایا آشنا ہو جائے گا۔ بس اسی تلون نے غضب

ڈھاندیا ہے۔ معاشیات کو پیچیدہ اور حیات انسانی کو

ایک متعلق گتھی بنا دیا ہے کسی سے کوئی کیا امید رکھے؟

توقعات کے پورے ہونے کے کیا حدود قائم کئے

جائیں؟ یہ سب ایسے مسائل ہیں جن کا حل کرنا آسمان

نہیں بلکہ بچید و شمار ہے۔

حسن اخلاق اور اچھے برے آدمیوں سے وحشی جانور و غول

مذہب سے رام اور پالو کیے جاسکتے ہیں مگر انسانی وحشت

کو دور کرنے کا اب تک میرے خیال میں کامیاب علاج

ممکن نہ ہو سکا۔ قطعے کہا نیون میں سنا ہی اور زندہ بچاؤ

میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ شیر جیتے تک خوراک

دینے والوں کے سامنے کتوں کی طرح دم ہلاتے ہیں جانور

تک نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔ جہاں فراہمی یہ صرف

حضرت انسان ہی کی امتیازی خصوصیت ہے۔ یہ غالباً مبالغہ

نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ جس نے بھی نوع انسانی کی زیادہ

بھلائی چاہی اسی کی یہ زبردست دشمن بنی۔ یونانیوں کا

دعویٰ تھا کہ دنیا میں سب سے پہلے ملکی قافون انھوں نے

راج کیا اور عدل و انصاف کی بنیادیں محکم مضبوط کر نیک

ان ہی کو فخر حاصل ہے۔ لیکن عمل دیکھئے کہ بے گناہ سقراط کو

گنگا رتابت کوہ کے زہر کا پیالہ پلا دیا۔ رہتی دنیا تک یونانیوں

کے عدل و انصاف متاقلون دانی پر یہ ایک زبردست کلنگ کا

ٹیکہ ہے حضرت یحییٰ کا سر کاٹنے والے حضرت زکریا کو آڑے

سے چیرنے والے۔ حضرت ایوب پہ مصائب کا پہاڑ ڈھانچا

حضرت نوح۔ حضرت یحییٰ کو اذیتیں دینے والے سب ہی

لوگ تھے جن کی ان پیغمبروں نے خدمت کی تھیں۔ حضرت عیسیٰ

نے ہزاروں بیماروں کو شفا بخشی خدا کے حکم سے موعود کو

جلایا۔ لیکن ان ہی شفا بانو الوون نے خدا کے اس معصوم

ہندے کو ڈاکٹرن کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ بہر وقت

بہر خطہ ساتھ میں رہنے والے ساری بھی اسے روحانی استاد

کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دیس کو بازار میں غلام بنا کر فروخت

کر دینوالے کوئی غیر نہ تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ اپنی بہت کے لیے رحمت تھے مگر اسی امت نے آنکھ بند ہوتے ہی کھوایا رنگ بدلا گویا رسول نے ان کے لیے کوئی خدمت کی ہی نہیں مختصر یہ کہ دنیا بھر کے حاکم و پادشاہ جاسکتے ہیں لیکن انسان ہی وہ خود بخود حیوان ہی جسے پادشاہ بنا ایک محیر العقول کارنامہ یا معجزہ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

بھیر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ شیر ہر حالت میں شیر ہی رہتا ہے۔ بھیر یا بھیر یا رہتا ہے۔ کتا۔ سانپ بچو سب اپنی اپنی فطرت پر قائم رہتے ہیں۔ ہانگر گٹ ضرور رنگ بدلتا ہے مگر اسکی طبیعت کا ہر نہیں بدلتا ہے لیکن یہ حضرت انسان ہی میں صفت ہو کہ وہ ہر دوسرے بھی بن سکتا ہے اور اپنی فطرت کو چھپا کر دوسرے رنگ میں دکھا سکتا ہے عجب نفس نکر دو بہ سا لہا معلوم۔ منافق صرف انسان ہی ہو سکتا ہے۔ صفت نفاق سے ہر جانور۔ کتا بلی۔ شیر۔ بھیر یا۔ گائے۔ بیل۔ سانپ۔ بچو۔ کتا۔ چیل۔ سود جو سب ہی محروم ہیں۔ خدا نیاہ میں رکھے اس خدا دی انسان نما جو ان سے جو منافق بھی ہو۔ یہی وہ مجسم شیطان ہوتے ہیں جن کی وجہ سے پچھون دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہو جاتے ہیں۔ تاہم شیخوں کا رنج بدل جاتا ہے۔ دنیا کے ان نیت کو جس قدر بھی نقصانات اب تک پہنچے ہیں ان میں سے بیشتر کا ذمہ دار ہی نفاق ہے کہ شیطان کا یہی ایک چلتا ہوا منتر اور کارآمد حربہ ہوتا ہے نیکی کے مقابلہ میں بدی کی رونق اور وقتی فتح اسی نفاق کی مبدلت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے اور اسے سدھارنے کی غرض سے منجانب خدا پیغمبر پیدا ہوتے رہے۔ ان کے زمانہ کی مناسبت سے معجزات بھی ملتے رہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں کھرنیاہ پھیلا

ہوا تھا اسکے ان کو یہ بیضا اور عسلا وغیرہ کے معجزات عطا ہوئے حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں بیماریاں زیادہ بڑھ گئی تھیں لہذا مریضوں کو چیکا کرنے کے معجزات ان کو عطا ہوئے تھے عرب کا چٹیل سنگلاخی ملک درگت ان کسی قوم کے لیے ضروریات زندگی آسانی سے فراہم نہیں کر سکتا ہے اس لیے کشمکش حیات زیادہ ہو گئی تھی لہذا اللہ تعالیٰ کی کڑیاں سخت تر ہوئیں۔ تعلیم و تمدن کے فقدان سے خود بخود جنگجوئی۔ بربریت زیادہ بڑھی۔ اونٹ کے گوشت کے استعمال سے انتقام کے جذبات جب زیادہ ہوئے تو خود بڑھ کا بازار آستراہری طور سے گرم ہونے لگا۔ اسی قوم کی اصلاح کے لیے خدا کا رسول رحمت بنا کر بھیجا گیا پھر ایسے خود بخود بھیر یوں کا خمر زمینی کی علامتیں چھوڑ کر پیمانہ زندگی بسر کرنے کا خود گم بنانا بس یہی پیغمبر کا معجزہ ہو سکتا تھا۔ جو یہ کہا کرتا تھا کہ میں بھی شلیم لہگوں کے ایک انسان ہوں فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور تم پر وحی نہیں آتی ہے۔ اسی ربانی رحمت کو جو رحمتیں اور اذیتیں اپنی ہمتوں کے باوجود اٹھانا پڑیں وہ پوشیدہ نہیں۔ یورپ کا ایہ ناؤ صلیب گبن ایک مقام پر لکھتا ہے کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ نے عرب ایسی غیر مہذب۔ غیر متہذبن جمعی جنگجو۔ مختقم قوم کو کیسے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا مہذب متہذبن بنا دیا کہ نہ صرف یہ دنیا کی مہذب و متہذبن قوموں پر حکمران بن گئی بلکہ ان ہی مہذب و متہذبن قوموں کو زیادہ مہذب و متہذبن بنانے لگی۔ لیکن باوجود اسکے کہ قرآن مجید میں ہزارا جگہ منافقین کی مذمت کی گئی ہے اور نفاق کو بدترین خصلت بتایا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ منافقین کی مذمت میں ایک مستقل سورہ بھی نازل کیا گیا ہے۔ منافق اور نفاق کی مذمت میں خود رسول کی ہزارا حدیثیں ہیں مگر بھی لہجہ کے بلند پایہ مودعہ گبن کو اپنی مشہور اور معروف تاریخ عروہ و ذوال سلطنت روم میں یہ لکھنا اچھا کہ خاندان امیہ جب مکر و

جہاں آیا نکل گیا۔ شام کا دسترخوان فیلڈ رتی پیداوار ہی سے ہر ایک کے لیے کشادہ تھا پود بیگنڈ افاد خلیفہ کی ہمت افزائیوں سے اور بھی مجمع خلافت بن گیا۔ غرضکہ اجماعاً شام آباد ہوا۔

اقتدار کا نشر۔ سلطنت کا نشر۔ حکومت کا نشر۔ خلافت کا نشر۔ دولت کا نشر۔ شراب کا نشر۔ دھود پرستی کا نشر۔ غرضکہ ہزاروں نئے تھے کہ جنھوں نے خود کو بدست کر دیا حالانکہ امیر معاویہ نے مرتے مرتے یزید کو کھادیا تھا کہ فرزند رسولی حضرت امام حسینؑ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا، لیکن یزید کو تو خداوند ہی کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا کر چھوڑ دینا گا۔ اجماعاً خلافت کی تند تیز آندھیوں ہر چار جانب سے آمد اند کڑی دل فوج کی صورتوں میں کر بلا کے چیل گیتان پر پہنچے لگیں۔ دوست دشمن بن گئے۔ رسول کے کلمہ گو فرزند رسول ہی کے خون میں ہاتھ رنگنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے اہلبیت رسولؐ دنیا کی نظروں میں کانٹے کی طرح ٹھکنے لگے ہزار اہل قادیان قرآن کا مجمع ہے۔ ایسی لمبی ڈاڑھیاں ہیں گلوں میں ساری فوجوں کے قرآن آویزاں ہیں۔ اذان ہی۔ نماز ہے۔ تکبیریں ہیں۔ سلام ظاہری کے تمام حساب موجود ہیں لیکن ایمان کی جگہ پر نفاق ہی۔ زبان پر اسلام ہی لیکن دلوں میں خدا ہی جانے کیا ہے۔ اسلام کے نام پر بانی اسلام کے نواسے کو قتل کرنے پر آمادگی ہے۔ منافقین کا ہجوم ہے اور ان کے نرغے میں حسین مظلوم ہے جس کے بچوں کے لیے نہ نہر فرات کا پانی ہی اور نہ اسکی ہی اجازت کہ وہ جنگلوں میں نکل جائے یا بچوں کو لیے ہوئے ہندوستان چلا جائے۔ خدا کی حق و وق زمین پر دنیا بھر کو رہنے کا حق حاصل ہی کرے نہیں حاصل ہی وہ وہی خاندان رسالت ہے جسے ہزاروں خطوط بھیج کر مہمان بلایا گیا تھا۔

کیا یہ قادیان قرآن سورہ منافقوں کی تلاوت نہیں کرتے تھے؟ کیا ان کے قمر آؤں میں سورہ منافقوں نہ تھا؟

اور حضرت محمدؐ کا مقابلہ کرنے کی طاقت باقی نہ رہی تھا سب بیشتر افراد نے محض زبان سے تو رسولؐ کا کلمہ پڑھ لیا لیکن ان کے دلوں میں بنی ہاشم کے خلاف بغض و جدوجہد انتقام کے زہریلے جذبات رہ رہ کے اٹھتے رہے۔ بیشک طویل رسالت کے دشمن اس موقع کے ہمیت منتظر رہے جب وہ پھر بنی ہاشم اور اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اپنا سکہ بٹھالیں۔

ہر عمل کے لیے رد عمل ضروری و فطری ہے اور منافق تو انتقام لینے کے لیے موقع ڈھونڈتا ہی کرتا ہی چاہے منسوب شدہ دشمنان اسلام کو بعد وفات رسولؐ پامالی اسلام کا ایک موقع مل لیا۔ دشمن خدا اور رسولؐ اور سفیناں اور بندے جگر خوارہ کا پڑنا سنگ اسلام یزید نے خلیفہ الرسولؐ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ دنیا ہمیشہ دولت مند کا ساتھ دیتی ہے۔ ملک عرب میں صرف معمولی جوار یا خرما اور بس لیکن اسکے مقابلہ میں ملک شام میں سب کچھ گہیوں۔ جادل۔ جو جو ہیں۔ نہ کارای۔ سبب۔ رقتا لو۔ انجیر کی کثرت اور گند اس قدر کہ جس قدر دل چاہے شراب بناؤ اور پانی کی طرح پیو کوئی کمی نہیں مختصر یہ کہ جب مسند خلافت پر وہ آ گیا۔ جس کے نزدیک اسلام اور سبکی تعلیم سب ڈھونڈ نکلتی اور نہ خدا کا بھیجا کوئی رسولؐ آیا تھا نہ ولی۔ اور وہ سب کچھ جسے حضرت محمدؐ نے بذریعہ تبلیغ انجام دیا تھا سب بنی ہاشم کا کھڑا تھا تو پھر کوئی تعجب کا مقام نہیں اگر یورپ کا ایک مورخ ڈوڑی یہ کہ اسے کہ عہد یزید میں زمانہ کفر نے پلٹا لیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں شراب۔ زنا۔ جنگ یتیم چیریں عربوں کی زندگی کی طرہ تیار بنی ہوئی تھیں عہد یزید میں پھر یہی پرانی باتیں نئی ہو کر امتیازی حیثیت سے نمایاں ہو گئیں۔

عرب کے چیل بے آب و گیاہ رنگین میں نان جوین پر بسر کرنے والے چند صحابی باقی رہ گئے باقی جس کی کھچین

کیا جو راجہ و دشمنان خدا کی فوج میں ایک با ایک ہو گئے تھے جو نہاد فوجات بازن کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔
پریشان ہو رہی تھی۔

شب عاشور نہایت کرب و بھینی سا تھا۔ راد پریشانی میں گزار کر صبح کی۔ اور ہر شبیہ رسول حضرت علی اگر نہ تھا تو دسی اور طبع جنگ بجا اور ہر نماز کے لیے گھڑے ہوئے عورت نے صاف باندھی اور ہر ستر ہزار فوج نے پرے سے آگے ان ہی منافقین کی فوج میں ایک حقیقی سونے آئینہ بھانڈا چھڑا کر دیکھا اور گھبراہٹ کر دل ہی دل میں سوچا تھا کہ یہ سب کچھ جو اسے دکھائی دے رہا ہے خواہ اسے خیال نہ ہو یا حقیقت۔ لیکن جب رفتہ رفتہ مشہدات دور ہوئے سنگھ اور آتا رہے نظر آنے لگے کہ اسی محزون کا امتحان کر اور یہ معرکہ کرنا واقعی وغیرہ حقیقی مسلمان کی کسوٹی ہے تو ہیرا بھادور نے خیالی کیا۔ جو کچھ بے تک سوچا سمجھا تھا وہ سب دھوکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کے یہ مطلق ملکہ نہ تھا کہ دنیا اسلام سے اسی منحرف ہو گئی ہے کہ فرزند رسول کے قتل کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔ شہادت کو یقین میں بدلنے کے لیے خود حضرت محمدؐ نے صبح عاشور ابن زیاد سے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟

ابن زیاد۔ ارادہ کیا ہی! یہی کہ اگر حسینؑ نے بیعت نہ کی تو یقیناً قتل کیے جائیں گے۔
حضرت محمدؐ۔ اے فرزند رسولؐ کے خون میں ہاتھ لگنے کر سکا شمر۔ پھر یزید کی بیعت نہ کرنے کا نتیجہ اور کیا ہو سکتا ہے؟
حضرت محمدؐ۔ فرزند رسولؐ اور یزید شرا کجواہ زانی بدکار۔ دشمن خدا اور رسولؐ کی بیعت۔

ابن زیاد۔ محمدؐ راہوش میں آ گیا تھا ہی۔
حضرت محمدؐ۔ ان میں سچ کتا ہوں حسینؑ بھی یزید پید کی بیعت نہ کریں گے۔

ابن خیال است و محال است و جنون

فصل خواہش نہیں ہوتا۔ اب سمجھ میں آیا کہ دیگر رسولؐ اور پیغمبرؐ کی طرح ہمارے رسولؐ کی شہادت کیون نہ واقع ہوئی اس لیے کہ آپؐ کی اہمیت اور مدنی زیادہ مختار اور وحشی تھی۔ اسکی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ پر سورہ منافقون نازل ہوا تھا جب تک تعلیم قرآنی کا زور رہا تھا۔ دے رہے ان کو ابھرنے کا سوچ نہیں ملا۔ لیکن جس قدر حضرت محمدؐ کا کفن میلہ ہوتا گیا۔ زمانہ اہلیت سے منحرف ہوتا گیا جب منافقین نے اس پر ہی کے خلاف فتویٰ دیدیا تو پھر سورہ منافقون کی قدر و منزلت کسی کی نظر میں باقی رہ سکتی تھی۔

یقیناً رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کی تعداد لطائف حمل سے گھٹا کی جانے لگی۔ کچھ دار پر لٹکائے گئے کچھ کی گردن ماری گئی۔ کچھ کو زہر دیا گیا۔ کچھ کو جلاد مل گیا۔ غرض کہ مسلمانوں کی تعداد ہر طرح سے گھٹی اور انعامات۔ تحفے۔ تحائف جاہ و منصب۔ عطا ہوئے کہ منافقین اور دشمنان اسلام کی تعداد دن دوئی اور رات چوٹنی ہوئی۔

ہمان تک کہ ایک وعدہ بھی آیا کہ سب مسلمانوں کی تعداد گھٹ کر ہر ایک میدان میں صرف ۷۲ رہ گئی وہابی سنہری معیتوں سے جو مظالم کر بلا کے جو لوگ ہر کاب ہو گئے تھے آنیوالی معیت کا شبہ پاتے ہی وہ جھوڑ جھاگے ہمان کہ سید الشہداء کے ہمراہ صرف ۷۲ نفوس قدسی باقی بچے لیکن ان ۷۲ نفوس کی تعداد بھی اس وقت پوری ہوتی ہے جب حضرت علیؑ منہر کا جھولا بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

بیشک یہ وہ وقت تھا جب زمانہ جاہلیت نے اسلام کے خلاف زبردست پلٹا لیا اور نفاق کھل کر میدان کھولا پر ستر ہزار کوئی اور دشمنی فوجوں کی جمعیت کے ساتھ اسلام حقیقی کے مقابلہ پر آگیا۔ اہل ایمان کو حیرت تھی کہ

شمر۔ بڑی خلیفہ المسلمین کی شان میں یہ بدکلامی۔

حضرت عمر۔ ہرگز نہیں۔ بالکل غلط۔ دھوکا مغرب
سکاری۔ غدار۔ بڑی کبھی خلیفہ المسلمین کہنے کے قابل نہیں۔
ابن زیاد۔ پھر کیا کہنے کے قابل ہو۔

حضرت عمر۔ اسے خلیفہ منافقین کہو اور جودل چاہے
کہو مگر اس ننگ اسلام کو خلیفہ المسلمین نہ کہو ورنہ اسلام کو شدید
ترین نقصان پہونچے گا۔

شمر۔ تو کیا یزید ہمارا خلیفہ نہیں ہو

حضرت عمر۔ بیشک وہ تمہارا خلیفہ ہے اور تمہارے ایسے
ہزار منافقین کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ مگر.....

ابن زیاد۔ اگر مگر کیا؟ تم نے کیا اس کا ننگ نہیں کھایا
شمر۔ کیا تم کو یزید کی بارگاہ سے انعام و اکرام نہیں
ابن زیاد۔ اوماب یہ جگہ فتح ہو جانے کے بعد تم کو بیٹہ
انعام و اکرام نہ دے گا۔

حضرت عمر۔ بیشک میں نے یزید کی ملازمت یہ سمجھ کر
تم کو دے دیا تھا۔ میں۔ دشمن خدا۔ دشمن اسلام۔ دشمن رسول
اور ان کی بیعت رسول نہیں ہو سکتی۔ مجھے آج کا دن کی خبر ہوئی
تو میں ہرگز اسے قاتل بنا کر منافق کے لشکر کی سرداری
پر نہ لے کر آیا۔ اور نہ یہ رسول کہ گھبر کر اس جنگل میں ان میں
تم نے کھینچ کر لے کر لیا۔ ہائے میں نے کیا غضب کیا
میں نے خدا اور رسول کی دشمنی کا ثبوت دیا۔ میرا خیر منافقین
کے ساتھ ہو گا۔ میں روز قیامت بانی اسلام کے سامنے کس
سند سے جاؤں گا۔

شمر۔ محمد ہوشیار۔ وفادار رہے ہیں ابھی میں عزت ہو
وفا ہے۔ جاہ ہے۔ غصہ ہے۔ کچھ ٹھہرے ہو سکتے ہیں۔ کچھ نہیں ہو
سکتے ہیں۔ عیش ہے۔ راحت ہو لہذا دنیا کا سب کچھ ہے

عمر عمر۔ بس دنیا ہی کا نا؟

ابن زیاد و خلیفہ المسلمین کی بغاوت کے وقت بھی یہی ہو گیا
حضرت عمر۔ فرزند رسول کی وفات پر اسلام کی بے وفائی ہو

آخرت ہو اور دنیوی حسرت ہے۔

شمر۔ نادان ہونا سمجھو ہے حسین کی وفات میں موت
ہے اور بری طرح سے موت ہو۔

ابن زیاد۔ کیا خط ہو۔ کیا سودا ہو۔ ہوش میں آ
جان عزیز کو ضائع نہ کر۔ کی کرائی محنت برباد نہ کر تو نے
یزید کے لیے زرین خزانہ ختم کر دی ہیں اس طرح غلام
بھی گران بہا ملین گے اور مزدور ملین گے میں تجھے یقین دلانا
ہوں۔

حضرت عمر۔ یقین سراسر باندھ چکا۔ بس مجھے یہ آخری بات
پوچھنا ہے؟

شمر۔ وہ کیا۔

حضرت عمر۔ کیا تم فرزند رسول کے خون میں ضرور ہاتھ
دنگین کرو گے۔

شمر۔ اسی لیے بیان جمع ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ سے
بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔

حضرت عمر۔ اچھا تو پھر میں کھینچ کر لے کر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر حسین کی جانب گھوڑا دوڑائے ہوئے
پہونچے۔ جب لڑکے قریب آ گیا۔ اپنے گھوڑے سے اتارے
اپنے دو ہاتھ ہاتھ مال سے باندھ کر قیدی گنہگار کی
صورت میں سر جھکائے فرزند رسول کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور قدموں پر گر کر اذن و خاک کے طلبگار ہوئے بہ ہزار
منت لڑنے کی اجازت لے کر میدان کا انداز میں آئے
جام شہیدانہ نوش فرما کر دنیا کے لیے چند بہترین سببوں کو
عملی منافقین قائم کر گئے۔

(۱) منشی نواب محمد احمد علی کی صحت میں دھوکے سے رہنے
ہوئے جس وقت بھی وہی غلط ماہ کا علم ہو جائے ہی وقت
اس سے علم لے لیا۔ اختیار ہونا بہادری کا کام ہو۔

خاندان کی رفتار کے ساتھ دینی کی رو میں معصیت
کا کردار کے بعد کرم بن محمد کی طرح بے جا ناگزیر

ما تم

از نولے دانش کا گر۔ احسان دانش
حسین پرگریہ کے متعلق سلازں میں آجکل وہ نظریہ ہیں
جناب احسان بن دانش نے ایک نظریہ کی حمایت کی
ہے، وہ دوسرے نظریہ کی حمایت مولانا عادل صاحب لکھنؤ
نے کی ہے وہ دوسرا نظریہ عام شیعہ جماعت کا ہے۔ براہِ راء

شوق ماتم خوب شے ہے کا ماتم کچھ نہیں
سر روڑ جاتے ہیں اس سے سینہ خود نکھرنے
آشوروں کی واسطے آنکھوں کے دروازے رکھوں
دل میں کیوں جلنے نہیں ویتا محبت کا چراغ

جواب ماتم

مولانا عبد محمد عادل صاحب صدر الافاضل
سلطان المدارس لکھنؤ
۱۰۔ دانشوں سے کیوں ہو غم نصیبوں کو غیر غم
اس نوا سخی سے دو دل کا ملتے سے سراغ
کم نہیں ہے جدت صدقہ اسے اشک غم
لاکھ وہ تاجر ہو پھر بھی دل میں پھلتے ہیں مرغ
سینہ تا ایک میں آہوں کے شعلوں کی چمک
دل میں کر دیتی ہے روشن خود محبت کے چراغ

محرم میں شہر لاہور کی طرف ۱۔ رقم خود ہزارے ملے آہیں دوسری
سے مل کے شہر لاہور کی طرف ۱۔ شہر لاہور کی طرف ۱۔ شہر لاہور کی طرف ۱۔

طبیعیات اور عقیدوں کا کام ہے۔
(۲) بدکرداری کی زندگی سے پہلے مصائب میں گرفتار
ہو کر مرنا ذرا دلچسپی ہے۔

(۳) وقتی رحمت و آرام چند روزہ حیش و طرب کو مدد ملی
حسرت کی قربانگاہ پر نشان کر کے ہی سے عاریتی زندگی آتماری
حیات سے تبدیل ہو جاتی ہے۔

(۴) بدکرداروں کے ساتھ بدی کے معاملات میں وفا دار
کرنا بہترین معصیت ہے۔

(۵) مبارک وہ ہے جو اپنی غلطی کا احساس کرے
اور اس سے زیادہ مبارک وہ ہے جو اس غلطی کی تلافی جان تک
جلد ہو سکے کہے۔

فوج یزید سے جہاں ہو کر لشکر حسینی میں داخل ہونے
سے حضرت محمد کی جہانی زندگی جے حیات مستحکم ہے
ضرور کم بھی اور موت جلد تر آئی۔ لیکن حضرت محمد نے
رہتی دنیا کے لیے یہ سبق قائم کر دیا کہ بہترین موت کس طرح
قبولی کی جا سکتی ہے اور محبت اہلبیت کس طرح ایک آن
میں تمام گناہوں کو خاک شکر کے پست ترین انسان کو
بلند ترین منازل روحانی پر پہنچا سکتی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا مجاہد ہے جو دنیا
کے بہادروں پر سبقت لے گیا ان کی ایسی دوسری مثال
پیش کرنے میں تاریخ عالم عاجز نظر آتی ہے۔ شکست خوردہ
افواج سے بھاگ کر فتح پانے والی فوجوں میں شامل ہونے
کا دنیا میں ہمیشہ سے رواج ہو رہا ہے۔ یہ بالکل قرن
قیاس تھا کہ حسین مظلوم کی مختصر جماعت یزید کی بڑی فوج
فوجوں سے مرعوب ہو کر یزید کی پورج حسین مظلوم کو تنہا
چھوڑ کر فوج یزید میں شامل ہو جاتی لیکن درند رسول ہی
دنیا کا وہ زبردست روحانی فاتح ہے جو اپنی تقاضی
روحانیت کے انفرادی سے دشمن کی فوجوں کے بہترین
شہداء کو مسخر کرتا ہے یقیناً سید الشہداء نے فوج یزید

نظر انداز کر کے یہاں تک لکھا کہ "لیکن آج کے زمانہ میں جہاں تک حسین بن علیؑ کا نام آتا ہے وہاں تک کہ ان کے حواریوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان کے پیروں کے نیچے کون سا جہاں ہے۔"

حصول مقصد یا محتاج

جناب ذاکر حسین مٹا فاروقی بلا سائے

”نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ فتح امام حسین علیہ السلام کی ہوئی
امام کو اخلاقی اور روحانی فتح حاصل ہوئی، ان کا مقصد
پورا ہو گیا، وہ جس مبارک غرض سے میدان میں اترے
تھے وہ پوری ہو گئی، اسلام زندہ رہا اور کفر و نفاق کو
دائمی شکست ہو گئی، یہ دیکھ کر تمام کوششوں پر پانی
پھر گیا وہ اسلام کو نہ ٹھاسکا، بدعات کو مرد و ج نہ کر سکا
اور اپنے پیغام کو دنیا سے قبول کرنے میں ناکام رہا

بتلائے، کیا ہمیشہ جا رہی جو انہیں ہوتا؟ کیا ہر محرم
بئر میں ہی جھلے پیر پھر کر نہیں، استخوان کسے جاتے، کیا حسنی
کامیابی کا ترانہ نہیں بلند کیا جاتا؟

ہجر یہ بیخ ہے کہ امام اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ایمان زندہ ہوا
کفر ٹٹا، بریدیت کی جگہ خلیفہ جلیلی تو بجز زاری و نصیب علیہ السلام کو
یہ بتلائے کہ آپ محض غم میں نہ غرق کرتے ہیں؟

جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار، جنگ احد میں حضرت حمزہ جلیلی
میں علیہ السلام قتل ہوئے پھر بھی ان راہیوں کے فتح ہونے پر آپ سرور
ہوتے ہیں مگر کربلا کی فتح پر آپ کے آنسو جھلکاتے ہیں کیونکہ وہ
بھی خالص مذہبی راہیائیں تھیں انہیں بھی آپ کے پروردگار ہوتے
بھران پرست کے تبسم اور کربلا پر غم کے آنسو
کس لئے؟

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ سواد اعظم کے پروپیگنڈہ کے
اثر اتنے ہمیں یہ خیال پیدا کر دیا کہ امام کامیاب ہوئے
اور ان کا مقصد شہادت پورا ہو گیا، اس خیال کی نش
سے سواد اعظم کا مقصد یہ تھا کہ ہم کو یقین دلا جاوے
کہ امام اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے اس لئے غم نہ

موجودہ زمانہ تحقیق کا ہے ابتدا ہم کو چاہئے
کہ ہم اپنے خیالات، اپنے پرانے نظریات اور اپنے سابق
صوروں کو تحقیق کی دور بین نگاہوں سے دیکھیں، اور اس
پیر تصور کو دل سے حوکر دیں کہ جو کچھ ہمارے اسلاف سے
ہم کو ورثہ ملا ہے وہی صحیح اور کافی ہے اور ہم کو
مزید تحقیق یا ان نظریات کی تنقید کی ضرورت نہیں ہے

آج وہ عہد ہے جب ہمارے مذہب پھر چاروں طرف
سے استراعات کی بھرمار کی جا رہی ہے اور ہم ہیں کہ
نواب غفلت میں نہ ہوں، دنیا دانیہا سے غافل، زخم
پر زخم کھا رہے ہیں، مگر نہ تو جو ابی کا ردائی کرتے ہیں
اور نہ اپنے تحفظ کے لئے کوئی موثر حربہ استعمال کرے
ہیں۔ پھر اسے پاس سے دیکھ کر جو طرح ہے وہ مسئلہ امامت
تلقین، ادا اور جو ان تعزیر داری کا ہے اس کے
علیہ وہ کچھ نہیں، حالانکہ دنیا اب کافی آگے نکل چکی ہے
اب ہم پر اور ہمارے اصولوں پر جو اعتراضات ہوتے
ہیں وہ سننے پر زکے ہیں، ہم کو جو اب دنیا میں وہ بھی
صحیحین اور شکوۃ سے نہیں بلکہ عقل کی کتاب سے دینا
ہیں ابتدا و انت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم
اپنی اندرونی اصلاح کریں اور دوسرے مذاہب کے
مقابلہ میں اپنے مذہب کو زندہ رکھنے کے لئے
تیار ہو جائیں۔

آج جب ہم سے کہا جاتا ہے کہ کربلا میں یہ دیکھ کر
ہوئی تو ہم آتش زیر پاؤں ہو جاتے ہیں اور نوراً پکار
اٹھتے ہیں۔

کی تکمیل میں کامیاب ہوا؟ کیا آپ دعوت کر سکتے ہیں جو کسی عہد میں بھی ہو۔ انہوں اور شیطانی امور کو معدوم کیا جاسکا؟ کیا آپ اچھے کاموں کی پیش کر سکتے ہیں کہ عہد رسالت میں بھی اس مقصد اور نظریہ کے حصول میں کامیاب ہوا؟

دینا جاتی ہے۔ پیغمبر اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوا مگر اس ناکامی کے نئی ہرگز یہ نہیں کہ ان کی صداقت ان کی عظمت اور ان کی تبلیغ میں حریف گیری ممکن ہے۔ انہوں نے کوشش کی، وہ غریبی حالت سے فکر اٹھے، انہوں نے انسانیت اور انسانی برائیوں کی پوری حالت صرف کر دی۔ مگر

شیطان اور شیطنت دونوں آج تک زندہ ہیں، کہا جاتا ہے کہ اسلام نیرید کے عہد میں ختم ہو چکا تھا مگر کہ بلا کی جنگ نے اس کو زندہ کر دیا مگر کیا آج کے مسلمان نیرید کے سہرے مسلمانوں سے بہتر ہیں؟ کیا آج مسلمان شراب نہیں پیتے؟ کیا آج مسلمانوں میں بد اخلاقیات موجود نہیں؟ کیا آج کے مسلمان خالص محمدی اصول پر قائم ہیں ماننا پڑے گا کہ نہیں بلکہ آج بھی مسلمان اسی حالت میں ہیں جس میں نیرید کے زمانہ میں تھے۔

اگر آج چند مومن نظر آتے ہیں تو یہ کوئی خاص کامیابی نہیں اس لئے کہ ”چند مومن“ تو نیریدی دور میں بھی موجود تھے؟

ایک اور سوال —

اگر حسینی مشن کامیاب ہو گیا تھا، اگر حقیقی اسلام زندہ ہو گیا تھا، اگر نیریدیت (جس کا دوسرا نام گناہ اور نفس پرستی ہے) ختم ہو گئی تھی، اگر نفس انسانی کی مکمل اصلاح ہو گئی تھی تو پھر دوسرے ائمہ کے لئے کیا فریضہ باقی تھا؟ انکی جدوجہد کس لئے تھی؟

کیا وہ قبائے اسلام کے لئے جدوجہد نہیں کرتے رہے؟ کیا امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر گیارہویں امام علیہ السلام تک، تمام ائمہ پر اسلام

مکمل ہی کیا ہے؟ ہم کو تو اسلامی مسیح کی خوشیاں سنانا چاہئیں مسرت کئے بغیر بند کرنا چاہئیں اور کہنا کی یادگار اشکوں کی آب میں نہیں بلکہ تبسم کی وجوہ بننا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ کفر اور اسلام، روحانیت اور حیوانیت، الہیت اور شیطنت کا مقابلہ آفرینش عالم کے، ذر سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے، انبیاء، اصفياء، انبیاء اور اوصیاء کی زندگیاں شیطانی قوتوں کے خلاف ہمیشہ صاف تر رہی ہیں۔ حق و باطل کا جو معرکہ آدہ کہ رات سے آغاز ہوا تھا وہ ابھی تک فیصلہ کن طریقہ سے ختم نہیں ہوا ہے

ہر اہم کو ایک فرد کا، ہر مومنی کو فرعون کا اور ہر عہد کو ایک ابولہب کا مقابلہ کرنا پڑا ہے یہ بھی ہیں کہا جاسکتا کو فوج - ظاہر و باطن - ہمیشہ اللہ والوں ہی کو ہوتی ہے، بلکہ تاریخ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ انبیاء اور ائمہ کی اکثریت کو ہمیشہ مصائب ہی کا شکار رہنا پڑا اور بہت ہی کم لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کی، حسین اور نیرید کا معرکہ ابھی بالکل اسی قسم کا تھا!

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کا غول ملاؤں سے ٹکرانے کے بعد کامیاب ہوئے یا ناکام؟ ان کا مقصد جنگ پرورد ہوا یا نہیں؟

یہ سمجھنے کے لئے ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ انبیاء، اوصیاء اور ائمہ کی جدوجہد کا مقصد کیا تھا؟

دینا جاتی ہے کہ ان کی جدوجہد کا مقصد کفر و نفاق کا استیصال، اخلاقِ ذمیرہ کی بربادی، روحانیت کی تکمیل اور اس حکومت کا قیام، انسانیت کی سرلمبیدی، شہواتِ نفس کا تباہ کر دینا، اور دروغ بانی و فریب کاری، بدکاری و شراب نوشی، کا دنیہ کرنا تھا۔

پھر کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کوئی پیغمبران مقاصد

عادت کے خلاف بغاوت

(۱۱) جیل جاکر مردوج اصول، عزت و مائیت کے خلاف

بغاوت

(۱۲) زندگی کے غلط اصولوں کے خلاف بغاوت

اب بتلائیے کہ ان میں کون سی چیز ایسی ہے جو ٹھیک
یاد آتے کر بلا کے بعد باقی نہیں رہی؟

میں یہ ماننے پر آمادہ ہوں کہ یرید، ابن زیاد،
شمر اور عمر عام داؤد کر بلا کے بعد ختم ہو گئے، ان کے
خلاف بغاوتیں ہوئیں اور ان کی طاقت ختم ہو گئی اور اگر
آپ جینی کامیابی اسی کو قرار دیں تو میں تسلیم کرنے پر آمادہ
ہوں مگر یرید اور ابن زیاد کی بربادی ہی اگر امام حسین
کا مقصود تھی تو معرکہ کر بلا کو اصولی جنگ نہیں کہہ سکتے
بلکہ معرکہ ذاتی عناد کا نتیجہ کہلائے گا اور میں اس چیز کو
تسلیم کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہوں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ حسین علیہ السلام کو کسی سے نفی
نہ تھا، ان کے پاک دل میں کسی انسان کے خلاف نفی نہ
تھا پیدا ہی نہیں ہو سکتا، وہ یرید یا ابن زیاد سے
نہیں لڑے بلکہ یریدیت سے لڑے، اگنا ہوں اور
آلودگیوں کے خلاف صف آرا ہوئے، شیطنت اور
طاغوتیت سے مصروف زرم ہوئے، ان کی منزل نظر
ذات تک محدود نہ تھی بلکہ اصول کی گہرائیوں تک
تھی اس لئے ان کا مقابلہ یرید کی ذات سے نہ تھا جس کو
انھوں نے شادیا، بلکہ یریدیت سے تھا جس کو انھوں نے
مجردوح" کہڑا۔

کر بلا میں یریدیت ختم نہیں ہوئی مگر "مجردوح" ضرور
ہو گئی۔ بری طرح مجردوح، پارہ پارہ اور ذلیل، معرکہ
کر بلا حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ نہیں تھا، یہ معرکہ
توحید کے خزانہ مہدی کے لئے مخصوص ہے جو انشاء اللہ
حق کا آخری حارب بن کر کفر و فتنہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے

اسلام کو زندہ کرنے کے لئے مجاہدہ نہیں کرتے رہے؟
اگر یہ امر بھی بغاوت ایمان کے دین محمدی کا خاطر حد حد
کہتے رہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ معرکہ کر بلا میں اسلام
اتہیت، دین محمدی اور حسیست کا نشان ٹھیک پا گیا۔

دب آپ ملاحظہ کیجئے کہ وہ یریدیت کیا تھی جس کے
خلاف حسین علیہ السلام نے بغاوت کی تھی اور جس کی خلاف
جنگ کرتے ہوئے آپ نے شہادت قبول کی تھی۔

جب ہم فائز نہ "نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا
ہے کہ کر بلا دالوں کی جہد جہد حسب ذیل چیزوں پر مشتمل
تھی:-

۱) علیہ السلام کو ہاتھ والی ملکیت کے خلاف بغاوت
(۲) حکومت دے اور روپیہ کے لاپتے میں اگر انسانیت
سوز حرکت کرنے والا سرمایہ دلہ کا کے خلاف بغاوت
(۳) جمہوریت لیکر مسرت نہ ہی ٹھائے جانے کے
اصول کے خلاف بغاوت

(۴) نظم و ضبط کے ذریعے حریت (فکد و مل کے سچے
جاننے کے خلاف بغاوت

۵) "الشریہ راجح" کے خلاف نظریہ کے خلاف بغاوت
۶) کیا بابا ہم تیار نہیں حضرت علی اکبرؑ کو "اور
"موت مجھے غسل سے تمنا ہے چاہئے ہے" حضرت
قاسم بن جعفر کا اور شادیا کہہ کر جنگ کے تمام مسئلہ
اصول کے خلاف بغاوت

۷) جون غلام اور باہمی نوجوانوں کے ابو ملا کر نسلی امتیازات
کے خلاف بغاوت

(۸) جان، مال، اولاد کو قربان کر کے غلط "ذاتی محبت"
کے جال کے خلاف بغاوت

(۹) دربار یرید و ابن زیاد میں خون، بلا جی کہ حق پرستانہ
گفتگو کر کے بغیر شامی کے خلاف بغاوت
(۱۰) چالوئی، تعلق اور بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملائی

کے لئے نکال کر دیں گے

کر بلا کا معرکہ ایک احتجاج تھا، ایک عظیم اور موثر احتجاج،
حق کی اعلیٰ ترین خونیں جدوجہد، اسلام کا نایاں دہرا فکدہ
لقاب بجا رہا جس نے دنیا کو یہ دکھلادیا کہ بر کیا ہے اور
بھلا کیا، باطل کی قوت کتنی ہے اور حق کا زور کتنا، نفاق
کیا چیز ہے اور اسلام کیا ہے؟

کر بلا حق کی آخری فتح تھی بلکہ حق کا سب سے آشکارا
احتجاج تھا۔ کر بلا میں حق کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوا
مگر دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حق کا مقصد کیا ہے؟ اسلام منزل
نہیں پہنچا مگر اس کی منزل ضرور تعین ہو گئی اور وہ
دنیا جو اسلام کے حقیقی مقصد سے ناواقف تھی، وہ اس کے
حقیقی مشن سے آگاہ ہو گئی۔

کر بلا میں مزید نفع ضرور پائی مگر وہ حسنی احتجاج کے سلسلہ
میں سامنے ٹہرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا اس لئے ایک دن اس کو
فدا کا نسخہ دیکھنا پڑا

میں تسلیم کرتا ہوں کہ مزید جیتا مگر مزیدیت نہیں جیت
سکی حسین کے مبارک ہونٹے گنا ہوں گے چہرہ پر سے نقاب
ہٹا دی، وہ جھوٹ جو مصلحت اندیشی کے نام سے دنیا میں
جلدی تھا، وہ مکر جسکو "ڈپلومیسی" کہہ کر مابین تعریف و ثنا
جاتا تھا وہ ظلم جس کو "منظم سلطنت" کا مہارک لقب دیدیا
گیا تھا، وہ شراب نوشی جو "دربوز ملکیت خورشید خسروان
دانش" کہہ کر نظر انداز کر دی جاتی تھی، وہ امتیازات
جن کو "ضرورت دقت" قرار دیکر رائے کیا گیا تھا حسینی
قربانی کی وجہ سے اپنے اصل رویہ میں اچانک ہو گئے اور
اور معرکہ کر بلا نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ
کر دیا۔

مینا حیات

رخبات لانا خیرت علی صاحب لمہی
پھر شکوہ جو گھیسوئے لیلانے لگی پھر جلوہ ریز و رنج سکنا زندگی
جوش و فانیں روح نئی دھڑکنے لگی سحر نواز پھر جو مسیحا زندگی
اور لام باطلہ کی شامت جکی ضرور پھر ہے ہر تجلے زندگی
میں لب تبارک تعلق نہیں ہے سمجھ لے جسے کیا رفاقتا زندگی
نگل گئی لباس وندہ نگاہ میں بنیقد راب میں طلسم دیکھا زندگی
پھر دھڑکتا ہوا خون شہیدانہ لگی بھول میں ہے ہر امر و سودا زندگی
غیر پھر ہے ذات تری مرکز فیضی پھر دل ہے محو مقصد و غلا زندگی
وہ لٹا دی انجی بخت کی راہ میں سمجھ ہوئے تھا جو تیرے ایمانے زندگی
اپنی گزرتی دانستے حسین سلجھا لیا ہے تونے عملے زندگی
موتے پھر ہے رنگت تان میں زہر کے پھول ہے میں نے زندگی
لے سرور و عشق دہا دینے ہوئے ہے رشک صدر دم و خیمے زندگی
نغموں کے تیرے ہر اکوش مستقل لے خند لب نغمہ میرے زندگی
تو نے اسے شاب نیلے دیا حسین نکھر اہو ہے رنگ و رنگ زندگی
ہے غم تیرا ایہ تر میں کائنات شہر زبے انجمن آئے زندگی
جب تو ہے خضر زہر تو پھر کیا خط ہے مگر ہوتا کہ بہت تو ہو صحت زندگی
تو نے ہلکے پھر جانے تھے نہیں اب برق و ش ہوں دیکھتے زندگی
ٹھکانے بیٹھا ہوں میں مالک خوش تھے یہ وہ ساخو مینا زندگی
سکھ میں ہے تھے فاکہ لڑی طوار اب زیب دیکھ ہے مجھے زندگی
اب میں ہوں دینے و نال کی ضیق تونے مجھے بتا دیا خوشی زندگی
خوشید در کنا ہوں تیرے کلم میں میرے پہل میں شہیدانہ زندگی

نور دل و داغ ہے ہر مرد رسول
اختر ہے جو ضیاء جری دھڑکنے زندگی

تجلیات

غزا دارسی حسین مظلوم و فریضہ روز

جناب بیابک صاحب اہل ضلع غلگڑہ

اگر یہ صحیح ہے کہ دنیا کی ایسی پرستش راہ نماذ صلیع ہے خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں سب کا طمع نگاہ ہی رہا کہ دنیا کو انسان صحیح منوں میں انسانیت کے جوہرے آڑھتہ ہو جائے اخلاقی ذمیہ و انانیت پرستیت و دوچار نہ ہو۔ جو روزہ تغیب و تفریدی انکاشیوہ نہ بنے پیش پرستی و ناحق کوستی کے ہیما زد و دشیا نہ اوصاف سے متصف نہ ہو۔ صلح و آشتی سے رہے۔ ظالموں کے ظلم سے نفرت کرے مظلوموں کی حمایت و بند رومی کو فریضہ انسانیت سمجھے ہیں۔ رد و اداری و سادہ بقا قائم رکھے تاکہ مفسدوں و دہر اخلاقوں کو دنیا میں جگہ نہ ملے تو کہنا پڑے گا کہ حسین علیہ السلام ان مصلحوں اور نہماؤں میں سب سے آگے تھے۔ ان کا اللہ کا مہمداں ان کی خواہاں سنہرا کا نامہ تباہیگا کہ انھوں نے صرف مسلمانوں کی نہماں و پیشوا ہی نہیں کی بلکہ خود مظلومانہ حیثیت سے شہید ہو کر ہر قوم و مذہب کے انسانیت پرستوں پر حق پہنچے پورا کر دیا اور انھیں دکھا دیا کہ ہمیشہ ہر زمانہ میں خونریزی ظلم و سفاکی، بے رحمی، برہمیت و بربریت کی بلاتالنے کے لئے آجہ رومی، رحم، انصاف، رد و اداری، نہایت اتحاد اور امن و سلامتی کے پھیلانے کے لئے اس استقلال، عزم، اثبات و بلند حوصلگی اور قربانی کی ضرورت ہے جو آج نرید مہمداں کے مقابل میں حسین پیش کر رہا ہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ عوام مذہب و ملت کے لوگ خصوصاً مسلمان امام ہمام علیہ السلام کے برسی کے زمانہ میں دل کھوں کر حقہ کیوں نہیں لیتے اور اپنی شخصیت

رکھنے والی ذات کا ماتم کیوں نہیں کرتے تاکہ دنیا کو معلوم ہوتا رہے کہ حسین علیہ السلام نے دنیا کے تمام انسانیت کش خصائص سے جہاد کیا اور انسانیت کو زندہ کر دیا حسین علیہ السلام کا بہاد انسانیت ترقی کا زینہ تھا یا یوں کہئے کہ انسان کی اجتماعی حیات کی آخری کر دی تھی جس کے بجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ قوی و ملی تیرودے آزاد ہو کر اس وقت کے بادشاہ یزید کے خیال جیلن کا جائزہ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ امیر معاویہ کا اکلوتا فرزند یزید شراب خور، زانی، ظالم، سفاک، جفا پسند، باطل نواز انسانیت سوز جیوانیت ساز بدمذہب، بدکردار اور فاسق و ناحسیر تھا۔ کتے پالتا تھا۔ بندر بچاتا تھا کسی حسین صورت کو دیکھ کر اس کا دل بے قابو ہو جاتا تھا اور اس حالت میں..... تیز ٹاٹھ جاتی تھی۔ وہ بے گناہ انسانوں کو قتل کر کے خوش ہوتا تھا پاک لوگوں کے خون سے ہولی کھیلتا تھا مادی قوت کے نشہ میں ایسا اندھا ہو گیا تھا کہ ان الفاظ کے ساتھ لوگوں بیعت لیتا تھا کہ "یزید چاہے ہم کو شل غلاموں کے سر بار از فردخت کرے یا آزاد رکھے۔ خدا کی عبادت کرنے کا حکم دے یا اس سے روک دے ورسا نہ لکس۔ الامان مکلفہ مولانا شاہ عبد ممدت دہلوی) اور اگر کوئی خدا کا بندہ اس کے خلاف آواز بلند کرتا تھا تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا۔

پس ایسے بادشاہ کے مقابلہ میں حسین علیہ السلام کا تنہا آجانا دنیا کو حستہ ریت مثل و آزاد دی نہیں کر

بتیڑھا تا ہے یا نہیں اگر بڑھا تا ہے تو آپ بھی میرے ساتھ پہنچے گی۔

”حیثین و غیرت کی بقا کے لئے لڑے۔ سرمایہ داری دتوں کے غرور کو فنا کرنے کے لئے لڑے۔ وحشت و بدیرت کے شانے کے لئے لڑے۔ بدکاری و بد اطواوی کے دور کرنے کے لئے لڑے انسانیت و تہذیب کے بچانے کے لئے لڑے۔ صداقت و نیکی کے قیام کے لئے لڑے۔

مظلوموں اور بیکسوں کی حمایت کے لئے لڑے۔ بھڑی و مسادات کے پھیلانے کے لئے لڑے۔ بے زبانوں کی عزت و عزت بچانے کے لئے لڑے حق و انصاف کی بقا کے لئے لڑے۔ ظلم و تعدی کے دور کرنے کے لئے لڑے اخلاق و تہذیب کے لئے لڑے فتنہ و فحور کو مٹانے کے لئے لڑے۔ دینداری

و خدا پرستی کے قائم رہنے کے لئے لڑے اور اس وقت لڑتے جبہ نئی امیت کی دشمنی نئی باشم سے صاف صاف ظاہر ہو چکی۔ منافقین نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے کمریں کس کر علیٰ منہ ہر ات شروع کر دیے تھے اور امیر معاویہ کی رگوں میں سفیان ایسے باب و نہرہ جگہ خوار و ایسی

ماں کا خون نہایت سرعت کے ساتھ دوڑ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ لو کا نہ تخلف و تہذیب کے ساتھ ساتھ شہری و دیہی تحریک و تہذیب سے عام رعایا کی شورش کے دبانے کا استحکام مکمل ہو گیا تھا۔ نام کی خلافت بھی ملوکیت و شہنشاہت کے رنگ میں اچھی طرح ڈوب چکی تھی سردار بنی ہاشم رسول

مقبول مسلم کا بڑا نواسہ امام مسموم کے نام سے پکارا جا چکا تھا امیر معاویہ نے یہ لہجہ جس عام رعایا سے خلافت معاہدہ اپنی زندگی ہی میں نیریدگی جانشینی کے لئے بیعت حاصل کر لی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ نیرید آزاد

منش دے رہا ہے بیٹا بنی ہاشم کی عداوت کا سہارا لیکر اخلاق سوز ظلم کی سرافک عمارت ٹھہری کر دے گا اور اپنے ہونٹوں کو ظالم کی بدبخت عوام کے دلوں پر

ایسی ٹھٹھا دے گا کہ لوگ رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلعم کی اس تعلیم کو بھول جائیں گے جس نے عرب کے انسانوں میں آزادی و مساوات کی ایک نیا روح پھونکی اور بنبر و تشدد کو نثار و امہرایا۔ عداوت و شمش کا مسئلہ سمجھایا خدا پرستی و رضا کوئی کارہستہ دکھا کر جنت کی شہادت دی و دوزخ کے عذاب سے ڈرایا

چنانچہ نیرید جب معاویہ کی موت کے بعد اس کیل کانٹے سے درست کی ہوئی سلطنت کو غور و خیر کا حکم کیا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی رجب ستہ مطابق پرین سکتہ میں حاکم مدینہ وید بن قیسہ کو خط لکھا کہ میرے لئے حسین سے بیعت طلب کر اگر انکار کریں تو تم کو اور سر

ان کا میرے پاس بھیج دے اور شایع سفید و قتل ابو مخنف (ماکر عرب کی تمام رعایا کے دلوں سے دجو کہ مسلمان تھی) سردار ان بنی ہاشم (سی وئی ملکہ و حسن و حسین) کی عزت و حرمت بالکل جاتی رہے اور رعایا کا قتل

لا اسٹلکھیلار جہاں الا اسوفا فی القلوب کی میت کم زبان پر نہ لائے اور نہ رسول کی اس آخری وصیت کو دھرا۔

اس خشی با ستنے عزت و حرمت کا مننا گوارا

کیا۔ نہ بیعت کر کے دین محمدی کی جگہ دین نیریدی کی

تو کج مناسبت بھی صاف انکار کر دیا۔

یہ صریح تھا اس نے اپنے مقتد کتوں اور خونخوار فتنہ گرد

بھڑیلوں کے ذریعہ وہ صورتیں پیدا کر دیں کہ امام نانا

کے فرار۔ مان کی کھد۔ بھائی کی قبر سے نیکی کی ساتھ

خصت ہوئے اور عورتوں دھنچھے نچے بچوں کو لے کر

مک آئے۔ اور مکہ کو مامون نہ کیا کہ عرب کی لو اور تپیش کا

مقابلہ کرنے راستہ کی صورتیں اٹھاتے منزل بہ منسل

مٹھرتے ہوئے کو بلا پیچھے۔ چنانچہ پہنچتے ہی نیریدی

دزدوں نے فرزند رسول کو گھیر لیا خیمہ نہر سے اٹھواؤ

گئے۔ پانی بند کر دیا گیا۔ مددگاروں کے آنے کی راہوں

پھیلتی ہے اور حسرت کا آواز بلند ہوتا ہے جیسا کہ چند گھنٹوں کے بعد ہوا کہ باطل نے حق سے قدموں پر ہمیشہ کے لئے سر رکھ دیا اور قد تلک حسین بکر بلا کے ساتھ - حق زندہ باد، حشر یا زندہ باد کے نعرے بلند ہو گئے اور دنیا ایسی چوکی کہ آج بھی انھیں سے نقش قدم پر عمل کرنے میں فلاح دارین محسوس کرتی ہے چنانچہ دیکھئے

مالِ جناب سی - فلیس پر دفسر اگر وہ کالج ۳۵ ع کے اپنے ایک طویل مضمون میں جو "پیام اتحاد و اداوری" کی سرخی سے لکھا گیا ہے کہ حسین وہ ہیں جنہوں نے چند افراد کے ساتھ ایک بہت بڑے لشکر حیدر اکا مقابل کیا اور حق و صداقت کے لئے اپنی جان قربان کی

مالِ جناب - ایس سی سین پرنسپل انی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ "اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امام حسینؑ بلند درجہ کے ہیرو تھے - جنگ میں بہادر رائے قائم کرنے میں دانشمند ایک معلم کی طرح سے انسان کے دوسرے نقش قائم کرنے والے - دیا تھار بہادر رحمہ دل اور خدا سے ڈرنے والے ہیرو تھے - بلند پایہ انسان تھے سائن کی زندگی ایک بہادرانہ زندگی تھی جس کا خاتمہ حق و صداقت کی راہ میں ایک عجیب طرح کی شہادت پر ہوا (مجھے کچھ دور آگے بڑھ کر لکھتے ہیں) "ساختہ کر بلائے انسانی تاریخ پر ایک پائیدار نقش قائم کر دیا اسلامی تاریخ و تہذیب پر ان کا ایک گہرا اثر پڑا" (بھرا گئے لکھتے ہیں)

"داعیہ ہے کہ امام حسینؑ اور اہل کے بعد آئے داسے اماموں نے مذہب اور فلسفہ کے حشر انوں میں بہت بڑا اضافہ کیا اور مغرب مشرق کے رہنے والے دونوں انسانوں کی تہذیب پر بہت گہرا اثر ڈالا"

ہاتھ گا ندھی جی شہادت حسین کی عظیم الشان نوعیت کا اعتراف ۸ اپریل ۱۹۳۴ء میں یوں کرتے ہیں کہ میں نے

پر ہرے بھلا دیے گئے اور وہی بیعت کا سوال مختلف رنگوں سے کیا جانے لگا جس کے پردہ میں استیصال دین کی ایک پوری تاریخ چھپی ہوئی تھی اور اخلاق منور کی چنگاریاں نہاں تھیں۔

اب یہاں پہنچ کر یہ آپ کی معرفت میں تھی بلند نظر تھی - روحانیت تھی - سیاست تھی - بلند عقلی تھی راہنمائی تھی اور جو کچھ آغوش رسالت میں پرورش پا کر لکھا تھا اس کا اثر تھا - خاتونِ جنت فاطمہؑ پر استغفار و درجہ جیسی مان کے شیر کی تلخ تھی - ملی پہلے شیخ العرب باپ کے خون کی رگوں میں تنگ و دھنکی کو شام و روم کے بڑی دل فوجوں کے سامنے جن کی تعداد چھ لاکھ تک بتائی گئی ہے ایک ایسے لشکر کے تہ استہ کوہنے کا فکر تھا جیسے کہ آج تک دنیا میں کسی حق کے فدائی اور مصلح نے آہستہ نہیں کیا تھا اور نہ کرنے کی امید ہے۔

یعنی سمنہ پر مسرود استقلال مضبوط و تحمل و برداشت کو کیا - پیسٹرہ پر ویشلہ قربانی، فرغہ شناسی، رحم و کرم کو رکھا آگے اعوان و انصار و عزیز و اقارب کے دامن و ذوق کو بھیجا پیچھے بہنوں کے کھلے چوڑے سر اور علیل فرزند کی اسیری کو جگہ دی جن کے جلو میں سند سونے کے چلتے ہوئے شعلے اور تینوں دیوؤں کی آہ و زاری تھی اور آپ بنفس نفیس تین روز کی صوٹ دیاس کو چھپائے - تلذت آفتاب کی تعب کو برداشت کرتے ہوئے بے خوف و ہراس برافمنی پر ضابطہ کو قلب لشکر میں کھڑے ہو گئے تاکہ حق کو باطل سے جدا

کر دیں نو بعد از کار فرق ظاہر کر دیں اور دنیا کو دکھلا دیں کہ تہذیب کی جنگ کثرت کے ساتھ اس نظام سے لڑی جانی ہے جب با کثرت و صداقت دینی کیفیت ہوتی ہے - دین و ایمان چھپا ہے - تہذیب و دانش لنگی

پھر کیوں نہیں دنیا حسین علیہ السلام کی مدح کوں ۲۱
ان کے نام کا نعرہ لگائی۔

کو طاقی المناک و استبان اس وقت پہنچی جبکہ میں نوجوان
ہی تھا اس نے مجھ کو دم بخود و مسحور کر دیا۔

نہایت جواہر لال ہنر دصاحب اپنے ۱۵ مارچ
۱۹۷۷ء کے مختصر مضمون میں حسینی قربانی کی بے نظیر عظمت
کا اعتراف فرماتے ہوئے ایسے ساخو عظمیٰ پر اظہارِ غم
کرتا اور اس غم سے جذبہ کامرانی کی تربیت ہونا مطالبی
نظرت بتاتے ہیں۔

پیرسل پیٹر اسکوارچکھتے ہیں کہ امام حسین کی تاریخی
حیثیت ہم پر ایک بار ادبیہ امر ظاہر کرتی ہے کہ کوئی
نہ کوئی خدا فی آواز موجود ہے جس کے مطابق اس ملک
کے افراد اور ہر قوم کی رہبری ہوتی رہتی ہے اور اس کا
ان پر اثر پڑتا رہتا ہے۔

پیرم چند آنجنائی کی رائے ہے "محروک کو بلا دنیا کی تاریخ
میں پہلی آواز ہے اور شکید آخری بھی جو غلطو متوں کی
حاکمیت میں بلند ہوئی اور جس کی صدا آج تک مٹنا
عالم میں گونج رہی ہے حسین کو خلافت کی محبت کو ذہن
لائی اٹھتی نہ وہ جنگ کے ارادے سے آئے تھے اگر نہیں
نبرد سے جنگ کرنی ہوتی تو وہ لشکر سے آتے۔ نہیں مگرانی
اور ملک ہار جاتی ہوس نہ ان کو فتح نہ ان کے نقصانی
کوڑا نوٹوں کو سستی تھی وہ کوئیوں کی دعوت پر محض امر حق
کی دستگیری کے لئے آئے۔"

پس مندرجہ ہوا کہ عالم گیر اس کا ستین حسینی مٹنے کے دن
میں ہے حسرت و سرور و شہی کی تعلیم اس کی گود میں
چھوڑی تھی کہ اسباب اس کے پاس موجود ہیں اور
اتفاق و اتحاد کا درس دینے کو تیار ہے، رحم و کرم کا
وہستہ تہانے کو آمادہ ہے حق و صداقت کا راستہ
دیکھا رہا ہے، ظلم و استبداد سے نشانے کا طریقہ چلا رہا ہے
اخلاقی مسئلہ کی طرف کھینچ کر جو نوکروں کو جاتا ہے علم
و جبل کے فرق کو سمجھا دیتا ہے۔ حق و باطل کو چھوڑ دیتا

ثانی زہرا سوانح حیات حضرت زینب نصف قسمت

دنیا میں جس طرح امام حسین کے مقبرہ و ثبات کی نظیر بنا سکتے ہیں
وہ محال ہے بالکل اسی طرح یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ
عورتوں میں حضرت زینب کے ہتھ مال، صبر و شہادت نہیں
میش کیا سکتی۔ اگر آپ کو یہ دیکھنا ہو کہ مصنف نازک کے اندر شامل
ہونے کے بعد حضرت زینب نے کیا کام کیا اور تحفظ دین کے لئے
کسے حادثات انجام دیے۔

اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ فرادیشی میں اسلامی ترقی کا خزانہ کی طرف
جاسکتا ہے جناب زینب نے اس کو حاصل کیا اور کیوں کر کیا۔

اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ مصروف کے سوانح حیات سے مراد اور
عورتوں کو خصوصیت کیا تھی کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں تو امر
تو میں موقع کو جاننے نہ دیجئے۔

یکم محرم الحرام ۸ ہجری الاول تک ثانی زہرا کی قیمت
مصف کردی گئی ہے صرف تھوڑی کتابیں باقی ہیں جس سے کہ
ناخیر کرنے والے حضرات ہمیں پیدائش کو نہ حاصل کر سکیں۔

اس کتاب کے مؤلف جناب محمد صادق حسین صاحب
بی لے آئی ہیں۔ طباعت و تالیف بت عمدہ ہے۔

تقدیر و ان حضرات جلد توجہ فرمائیں۔

صفحات ۵۷ ہیں قیمت ۸ روپے وصولہ اک ۲

لئے کا پتہ: امریکی سکرٹری امامیہ سن لکچر

نہ دارو مکان میں داخل ہو چکا تو اندر سے دروازہ بند کر دیا گیا۔ گھر کافی کشادہ تھا۔ "سودا! تمہارے آقا محرو بن خالد الصیداوی کہاں ہیں؟"

"سرداب میں۔ سودا نے ادب آمیز عنوان سے جواب دیا مجھے آپ کے انتظار میں بیان چھوڑ دیا تھا۔"

"کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ قہار و نونے پوچھا۔ یا تنہا ہیں؟" "جنابہ بن حارث۔ سودا نے جواب دیا۔ جناب بن جحیر کندی خولانی اور عائد بن مجمع بھی موجود ہیں؟"

"نوب انجوب!" کہا ہوا قہار و نونے، سودا نے رہبر کی خدمت انجام دی اور دونوں آگے پیچھے تہہ خانے میں جا پہنچے عمرو بن خالد چند دوستوں کے ساتھ منتظر تھے۔ اُسے دیکھتے ہی پڑیرائی کو کھڑے ہو گئے اور رسمی صاحب سلامت کے بعد رہنما کو بٹھاتے ہوئے کہا: "مجمع! چری راہ دکھائی؟ مجھے تو اندیشہ ہو چلا تھا کہ خدا انجھ استہ کوئی افتاد نہ پڑی ہو!"

"شکر ہے کہ ہنوز خدا کی امان میں ہوں۔ مجمع بن عبد اللہ نے جواب دیا۔ اس پیر آشوب زمانے میں بیدھشک آہدفت رکھنا خطرے سے خالی نہیں نیز احتیاط کا انتقام بھی ہوا کہتا ہی۔ کیئے کوئی تازہ خبر ہے؟"

"ہاں۔ عمرو بن خالد نے بتایا۔ ہیں معلوم ہوا ہے کہ فرزند رسول! "حاجبر" میں وارد ہو چکے ہیں ان کے ہمراہ حرم محترم بھی ہیں اور غفر رب کو فک طرہ راہ ہو جائیں گے۔" "کیا" کوئی پیغام موصول ہوا ہے؟" مجمع نے فریاد کیا۔ "ہمارے پاس تو کوئی نامہ نہیں آیا ہے۔ حوادۃ نے بیان کیا۔ مگر آج ہی حقیق بن سہر صیداوی باہر پھیر ہو کر واپس آئے ہیں۔ ان کے قتل کا حکم نافذ کر دیا لیکن انھوں نے قتل ہونے سے پہلے ہی سفارت کا فرض ادا کرنے ہوئے امام کے در و دو کی خبر شہر کھڑی۔"

"پھر آپ حضرات کی کیا رائے سمجھنے نے پوچھا۔ میں نہیں خیال کر سکتا کہ قیامت کدن ہم لوگوں کا انجام کیا ہوگا؟"

ہوئے قضا میں غور دار ہو چکی تھی، کوئی کہ بازار بے سمنان اور گلابان تاریک پڑی تھیں سیاسی انقلابوں نے عجم الناس کو الیاد و بہشت ناکہ کر دیا تھا کہ رات کے پہلے ہی حصہ میں کاروبار بند کر کے گھر کے چھوٹے میں مقفل ہو گئے تھے ان کی جگہ رستہ پر کچھ اور گشت گشتوں کے سوا کھلی آنے جانے والا بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

شک یک ہی خاموش گھڑی تھی کہ آہستگی سے ایک گھ کاؤنڈ کھٹو بعد ایک بند بالا عرب سر کے رد مال سے منھ ڈھانگے عبا کے لیے دامن میں بدن چھپائے باہر آیا۔ چند لمحہ توقف کے گزرے ہمیشہ نگاہ کی، ہر جانب سکوت و سناٹے کا تسلط دیکھ کر مطمئن کیا اور پھر احتیاط سے قدم رکھتا ہوا ایک سمت چل نکلا۔

دقائق کی بنا پر کامل یقین تھا کہ اس وقت کوئی عقل کشوں جاندار مکان سے چلتے کی حیات نہیں کر سکتا، تاہم تھیا کا یہ عالم تھا کہ بھائی سرسراہٹ پر بھی چونکا ہو کر دیکھنے لگتا تھا وہ بڑھتے بڑھتے اُس محلے کے پتھر تک جا پہنچا جو ان سے قبیلہ بنی اسد کے مکانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی۔ اُس نے ایک دفعہ پھر تفصیلاً نگاہ دوڑا کر چاروں طرف دیکھا اور کسی کو قاتل میں نہ پا کر محلے میں داخل ہو گیا۔ چند مکانات کو چھوڑنے کے بعد عمرو بن خالد الصیداوی کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ رات بے ستور خاموش تھی مگر آنے والے نے بہت غور سے دیکھا کہ آئندہ وہ دنیا کی سن گن کی پھر خاطر جمع ہو جانے پر آہستہ سے دق الباب کیا۔ دستک کی ہلکی آواز مکان کے اندر داخل ہوئی چند لمحوں کے بعد اسے کھڑے ہوئے پٹ کھلے اور بڑھا غلام ہاتھ میں شمعوں ان اٹھائے ہوئے سامنے آیا۔ دق الباب کہنے والا انا منہ چھپائے تھا غلام نے پوچھا کہ یہاں سے بھاگنے کی سہلی کی پھر "خوش آمدید" کہتا ہوا دروازہ پر دستہ چھوڑ کر ہٹ گیا۔

”جہاں تک ممکن ہو۔“ عثمان بن عبد اللہ نے کہا۔ کھجیل کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ تاخیر نہ بہت کا باعث ہو جائے۔“

”میں تو بالکل آمادہ ہوں۔ عمرو بن خالد نے اپنا قصد ظاہر کیا۔ صرف آپ حضرات کا جواب معلوم ہونا ہی ہے۔“

”ہم سب آمادہ ہیں۔ سب نے متفق اللفظ ہو کر جواب دیا۔ یہی نیک کام کے لیے کل رات بہت محذوں ہے؟“

”کون کون سفر کرے گا؟“ عائذ بن نجع نے پوچھا۔

”میں اور میرا غلام سعد۔ عمرو بن خالد نے بتایا۔ سارے چار کی تعداد میں آپ حضرات؟“

”کل شمار چھ کا ہو؟“ جناد بن حارث نے کہا۔

”ہاں، جذب بن حجر بولے اور طراح بن عدی چھ کے ساتوین بن کر رہنا ہی کر چکے؟“

بند بیچ

سرکار دو جہاں کا عزیز ترین فرزند، سفر کی دشواریوں اور مشرکوں کی قطع کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا جہاں حرمِ یزید ریاحی نے ایک ہزار سواروں کی تمہیت سے پہنچ کر عبد اللہ بن زیاد کا وہ نامعقول حکم پورا کر دیا جو حضرت خاس آل عبا کو گھیر کر کونہ کی جانب لانے کے باب میں دیا گیا تھا۔ اگرچہ گمراہ امیر کی ماتحتی نے بڑی حد تک قہری اندر کو زائل کر کے مصیبت کے جوایم پیدا کر دیئے تھے تاہم اتنا احساسِ باقی تھا کہ آقاؑ کے کونین کی بعض باتیں منظور کرتے ہوئے صرف ساتھ رہنے پر اصرار کیا تھا اور ملائی ہونے کے بعد سے ساتھ چھوڑنا گوارا نہیں کیا تھا۔ وہ مقدور ہجر بزرگِ دہشت میں بھی کوتاہی نہیں کرتا تھا نہ ہر وقت پر امامت کا احترام مد نظر رکھتا تھا اور ہر منزل پر اپنے پیچھے ہٹا کر کھڑا کرتا تھا کہ بدیعوں سے کوئی ایسی خطا سنو نہ ہونے پائے جو بعد میں شرمندگی کا موجب ٹھہرے۔

امام اپنے خیمے میں بعض افراد تھے۔ قحطی کے جان مار خدمت میں حاضر رہ کر مصاحبت کا فریضہ ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ہاشمی جو انون میں سے بھی اکثر موجود تھے کہ ایک صاحب نے

”کلم پچھل ہر طرح ظلم و جفا کا نشانہ بنے اور ہم نے ان کی حفاظت نہ ہو سکی! ہانی اور ہمیں کو موت کے گھاٹ اتارا۔“

”نہیں! ہم باہر کر دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکے! اب خاموشی! عبا کے واسطے تو اردن کو سامان ہی جا رہی ہے اور ہم غور و فکر ہی کے گورکھ دھندے میں اُلجھے ہوئے ہیں؟“

”ہمارا عدمِ کفایت ہو چکا ہے۔ عمرو بن خالد بولے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہیں امام کی خدمت میں پہنچنے سے باز رہ کر رکھ سکتی۔ ہم بے وقوف ہیں نہ بزدل ہیں، تلواروں پر لگے رکھنا، نیریزوں کے سامنے سینے پیش کرنا ہمارا محبوب مشغلہ ہے۔ اس لیے یزیدی شمشیر بن ہمارا ہتھ روکنے سے قطعی قاصر ہے۔“

”ہیں امام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے رجوعاً نے سوال کیا۔ کہاں کا رخ کرنا چاہیے؟ نیریز کام کے واسطے کیا انتظام ضروری ہے۔“

”انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ عمرو بن خالد نے کہا۔“

”ہیں غیر محروفت رہتوں سے سفر کرنا ہوگا۔ مہماری کے لیے طراح بن عدی، جو بد ہیں۔ اگر بہت تیز روی سے سفر چکا رکھا تو ”عذیب الجہات“ میں ضرور قریب ہی حائل ہو گئی۔“

”اب زیاد کے مقرر کردہ چوکیداروں سے پہنچے کا کیا انتظام؟ عائذ بن نجع نے دریافت کیا۔ مجھے معلوم ہو کہ اس نے اولادِ رسولؐ کے دوستوں پر تمام راہیں سد و کر دی ہیں۔“

”اسی لیے تو۔ جناد بن حارث نے جواب دیا۔ تجوینہ کیا ہے کہ مشہرہ ریز گاہوں سے کنارے کرتے ہوئے غیر محفوظ رہتے استعمال کئے جائیں پھر بھی کوئی مسافر ملائی ہو تو تیلیہ و حوالہ سے مقصد پر پورہ ڈال دیا جائے۔“

”مفر کے واسطے تاریخ مقرر ہوئی؟ جذب بن حجر نے پوچھا۔ معلوم ہو تو تیاری کی جائے۔“

”اس کا فیصلہ عمرو بن خالد بولے۔ آپ لوگوں کی مرضی پر منحصر ہے۔“

حاضر ہو کر چھ رسات عربوں کے مختصر قافلے کی آمد اور ان کا
قدیم کی اطلاع کی۔ امام نے اس خبر کو سنا اور فی التوہین
حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

فقہوی دیرینہ گزرنے پائی تھی کہ چھ عربوں کی جماعت نے
حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر جواب ملنے پر رتبہ باری باری
سے جھک جھک کے پانچ سو سے اور امام کی اجازت سے
مردانہ دوزانو ہو بیٹھے۔

کچھ عرصہ تک رسالت رہا آخر امام نے دریافت کر لیا کہ
ایک عربی نے عرض کرنا شروع کیا۔ "مولا! ہم کو فہم کے باشندے
اور آپ کے پیر پر رکھار کے دوست و شیعہ ہیں۔ ہم میں سے
بعضوں کو تین تا پچیس ہونے کا شرف حاصل ہوا اور بعض آپ کے
والد ماجد کے صحابی ہونے پر فخر کر سکتے ہیں ارشاد کرتے ہوئے
یہ خادہ بن حارث سلمانی ہیں یہ یسعیں کی لڑائی میں رفاقت
کے فرائض پورے کر چکے ہیں۔ وہ حذب بن جیر کندی غلانی
ہیں "کنذہ" اور "آزد" کے رسالہ دار تھے۔ ہم سبھوں نے
آپ کے ابن عم مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن واقعات
نے اس طرح سلجھنے میں جکڑ لیا کہ بد وقت رفاقت کا تحقیقی فرض
اودانہ ہو سکا اگرچہ شہادت کا دردازہ کھلا ہوا تھا تاہم اپنے یا
کشا طرانہ جاول نے دل کا حوصلہ بچھنے نہ دیا اب یسین کو خدمت
میں حاضر ہونے پر یہی کہ فرزند رسول سے زمانہ نہ لگا میں یسین
کفر و نفاق کی آندھیاں خدا کے نور کو بجھانا چاہتی ہیں۔ اس
لئے ہمیں خدمت میں حاضر رہنے کی اجازت عطا ہو کر سنا ہمارا
حلال کرنے کا موقع عنایت ہو۔"

امام نے ان کے نیک ارادوں سے مطلع ہو کر اجازت
دی اور کو فہم کے متعلق دریافت کیا: "کیا تم میں سے کوئی کو فہم کے
حالات بیان کر سکتا ہے؟"

"جی ہاں۔" مجمع بن عبد اللہ نے عرض کی۔ وہاں گلاب
رنگ سے (بڑے بڑے آدمیوں کو بڑی بڑی شوثیں دی گئی
ہیں اور گھڑیاں بھر بھر کے سیم و زر عطا ہوا ہے بعض اس لئے

کہ وہ موافقت میں کی نہ کریں اور حکومت کی خیر خواہی کرتے
ہیں اس لئے یہ لوگ تو ہمیں آپ کی مخالفت پر اتفاق کیے
ہیں۔ رہ گئے عام افراد ان کا یہ عالم ہے کہ دل تو آپ کی طرف ہوتا
ہیں مگر حکومت کی تلوار من ان کی ناگ آجٹ خائف ہوتے ہیں
یہی تذکرہ تھا کہ ح بن یزید ریاحی کے حاضر ہونے پر امام
ہوئے۔ امام نے اسے بار بار فرمایا اُس نے ان پٹ کی طرح ہاتھ
اور اس کے پانچ ہزار ہون کہ دیکھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ
لوگ ابھی ابھی حاضر ہوئے ہیں ان کے خیال سے؟ ان کے
خلاف سمجھا کہ جدید تادمہ دن کو حاضر باشی کی اجازت دی گئی
جانتا تھا کہ سپر زیادہ کو اطلاع ضرور ہوگی اور وہ سراندر دھڑے پور
یقیناً جواب طلب کرے گا جو انہیں غم کا موجب ٹھہرے گا۔

ان احمد پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ نئے اوضاع
امام کی خدمت میں رہنے کی اجازت نہ دی جائے اس نے عرض
کی: "یا بن رسول اللہ! یہ جیسا کہ آدمیوں کی جماعت جو "طایر الیہ السلام"
پر حاضر ہو کر آپ کے خاندان سے ملتی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ رنج
میں مجھے کلام ہے۔ اگر مکہ منقطع سے آئی ہوتی تو کوئی عقد نہ ہوتا اگر
اس صدد میں سیرافض ہو کہ انہیں کو فہم کو عدل یا لگہ قرار
کر کے اپنے پاس رکھوں؟"

امام نے حکمی گفتگو سنی پھر کمال مخالفت سے جواب میں ارشاد
فرمایا: "میں ان لوگوں کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا کیونکہ یہ
لوگ میری امان میں آچکے ہیں؟"

یہ واقعہ ہے کہ حرکت نہو زیں پیش تھا اپنے امیر کی جواب طلبی
خیال اسے بار بار آسامہ کرتا تھا کہ پھر عذر کرتے ہوئے خود اوروں
کو اپنی نگہانی میں لے کر ان زیادہ کے عتاب سے محفوظ ہو جا۔
مگر امامت کے دبدبے نے اس کی زبان پر قفل لگا دیا تھا نہ شورش
کے باوجود ایک لفظ بھی اس حکم کی مخالفت میں نہ بولا سکا۔

—————

ناموشگوار ایم بھی اُسی طرف گزرتے ہوئے جس طرح خوشگوار
زمانہ گزرنا ہے۔ وقت کی مددانی میں کسی قسم کا تغیر واقع نہ ہوا

حرم کی ساتویں تاریخ وہ محسوس تاریخ ہے جس کی مثال اہل اسلام تاریخ میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس دن عمر سعدؓ کو کوفہ سے وہ ظالمانہ حکم پہنچا جس سے انسانیت کا دم من ہمیشہ کے لیے داغدار ہو گیا۔ اسی دن آل رسول پر دریا کا گھاٹ مسدود کر دیا گیا غلاموں کے غیموں سے معلوم ہو جانے لگی کہ "سدا لے العطف" بلند ہو کر فضا کو غم ریزہ کرنے لگی حتیٰ کہ ششماہ سپہ پانی کی لک ایک بوند کو تر سنے لگا۔

اس دھکی سنجیاں بھی گزرنے لگیں۔ نوبت کی قیامت خیز نوبت نے دنیا پر سایہ ڈالا قریٰ مینے کا چاند خدارسیدوں کے صدمہ تحمل اور مخلصانہ عبادتوں کے فغاوت کو اورنگ فلک پر جلوہ گر ہوا اور شیطان سیرت انسانوں کے نزعہ میں ملائکہ خلعت بندوں کی تسبیح و تہلیل سے متاثر ہوتا ہوا کوچ کر گیا۔

اب افریقہ گردون برہا لمی نصیب سے ختم صبح نمودار پہلی جس کی تقدیر میں گلزار فاطمہ کو ناریوں کے ہاتھ سے تاراج ہونے دیکھنا ہر قوم تھا۔ سید الشہداء نے فریاد اول سے فراغت کرنے کے بعد چھوٹے سے لشکر کو مرتب فرمایا۔ عمرو بن خالد اپنے پانچویں ہمراہیوں سمیت نہ ہیر بن قین کی انجمن میں ملے گئے اور انھیں میسرے کی سرداری پر مامور کیا گیا۔

عمرو بن خالد نے وفادار قہقروں کے ساتھ اپنے نضر سرانگہ سرخوش زمانہ کمال صبر و کون سے بسر کیا تھا اعداء دین کی جانب سے جو قہر منظم بڑھتے جاتے تھے ان کے قلوب میں دفا و نصرت کے جذبات فزون سے فزمن تر ہوتے جاتے تھے سوہ سلم بن عقیل کی مدد کرنے کی خواہش رکھتے تھے سبھی اس شہنشاہ سے محو رہ گئے تھے اس لیے جو دشمنوں کی تعداد بڑھنے لگی یہی طریقہ تھا کہ امام کی حمایت میں جانی قربان کھوکھو خدا اور جہل کی خود شنودی محال کی جاسے۔

وہ زندگیاں میں شان سے تازہ ہلا کھڑے ہو گئے۔ لمبے لمبے نیسے ان کے ہاتھوں میں تھے اور گلے تھے انکے لیے کے ساتھ چوڑے چوڑے تینے لٹک رہے تھے۔ مجمع، عبادت اور عذاب ہر عہد جوانی کی حدوں سے نکل کر پیری کی سرحدیں داخل ہو چکے تھے

اس درمیان میں امام بھی وعدہ کا پھینچنے کی سعی میں مشغول رہے۔ راستے کی جانگس موتیں اور لفظ بلفظ نازل ہونے والی جانگہ از بلا میں ان کے عزم و استقلال کے راستے میں حائل ہو سکیں۔ انسانی قیاس جن جن مشکلات کا احاطہ کر سکتا ہے ان سب نے مجموعی طور پر رکاوٹیں پیدا کیں قدم قدم پر سرے در سرے ہوئے لیکن فدا سہ رسول کے پائے ثبات کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ وہ پورے اطمینان و بے غمی سے اس زمین کی طرف بڑھتے رہے جسے دست قدرت نے بنا سنوار کر اس قابل بنا دیا تھا کہ اس کی آغوش میں نبی زادہ اپنے عزیز و اقارب اصحاب و انصار کی جمعیت کے ساتھ سرمدی استراحت فرما سکے۔

ستھ نہخت ہو گیا اور ستھ نے اپنی عمر کھن دو سہری دن میں قدم رکھا تھا کہ شہر بولجا کا مقدس کاروان کر بلا بچھا زمین کو ٹوڑے کے قدم تھامے اور فرس آگے بڑھنے سے مجبور ہو گیا فرزند رسول نے بچے بچے بچے سات راہدار تبدیل فرما اور جب کسی کا قدم آگے نہ بڑھا تو رضیاً بالقضاء وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔

جان نثاروں نے تو قیام کے لیے فرات کا کنارہ تجویز کیا تھا لیکن جسے ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عسکرین لکھا۔ غازیوں نے تلواریں کھینچ کھینچ کر فیصلہ کرنا چاہا مگر اسوہ رسول پر سختی سے عمل مداد رکھنے والے امام نے اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا پسند فرما کر بے برگ و گیہا زمین پر مقیم ہونا منظور کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ دونوں اور گزر گئے۔ چوتھی محرم سے خود بخوار فوجوں

کا آمد جاری ہو گئی۔ چار چار، پھر پھر ہزار کے دستے مختلف بے رحمن کی قیادت میں خاتم المرسلین کے فرزند کو قہر کر دینے کے ارادے سے جمع ہونے لگے اور چھٹی محرم تک لاکھوں درندوں نے چھوٹی سی فوج کو نزعہ میں کر لیا

لیکن صفین کے معرکے میں ایسا ہی قوت اور جہادی جذبہ کی بہترین نمائش کر چکنے سے دل بڑھے ہوئے تھے۔ آج بھی وہی عظیم جوش میدان میں بلند ہوئے تھے فریقین کی طرف فضا میں اُکھڑا نظر آتے تھے۔

بھوک پیاس کی رحمت محسوس کرنا صین فطرت ہی لیکن اس وقت ان وفا شریعت بہادری کو مطلق احساس نہ تھا ان کی حق بنی نظروں کے سامنے کوثر و تنیم چھلک رہے تھے جو وہ قصور کے دلکش مناظر اپنی طرف جذب کرنے میں مصروف تھے۔ رمضان نے جنت کے وعدے کھول کے شہیدوں کو دعوت دینا شروع کر دی تھی۔

ایک ایک اکیڑن کی زمین اس طرح ہلنے لگی جیسے شدت سے زلزلہ لگا گیا ہو! عمرو بن خالد نے عالم تخیل سے نکل کر دکھایا وہی سینہ ہزار ہا زرمہ پوش سواروں کے ساتھ غریب کرتا ہوا طرہ رہا، کسی معلوم ہوتا ہے بے پناہ سیلاب ہے جو پچاس بھوکے پیاسے مجاہدوں کو بہا لے جانے کے لیے بڑھا چلا آتا ہے۔ انھوں نے اپنے بہادر سپاہیوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا ”اے عبادة و حنبل! اور اے مجمع دعا لئ! ہوشیار ہو جاؤ۔ سعید! تم بھی خبردار رہو۔ دشمن نے ہڈ بول دیا۔ دیکھو، نیرون کی فوجیں سلسلے کر دو، گھٹنے زمین پر ٹیک کر شانے سے شانہ بٹھراؤ

اور نگاہیں نیچی کر لو کہ دل پر نسیب طاری نہ ہو سکے ہاں میرے چچا کے بیٹو! حق کو مضبوط پکڑ لینے کا یہی وقت ہے۔ ہم سے اور جنت سے اتنا ہی فاصلہ رہ گیا ہے جتنی دو درجہ کا نیچرہ ہے۔ کیا تم وہ نہیں ہو جو جلالت کی حالت میں بہتر ہو ایزد یان رگڑتے ہوئے مر جانے کو عار تصور کرتے تھے؟ کیا شہادت کی تمنا میں اوائل سے تمھارے سینوں میں پودش نہیں پام رہی ہیں؟ مبارک ہو مبارک ہو مراد پوری

عمرو بن خالد کا خطبہ تمام تھا کہ حریف سے قصاص ہو گیا۔ عمرو بن کجاج خیال کرتا تھا کہ اُس کے ہزار ہا

جنگجو سواروں کے مقابلے میں پچاس سنی پیادے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ پہلے ہی حملے میں راہداروں کی ٹاپوں سے کچل کچل کر ہلاک ہو جائیں گے لیکن یہ خیال صحیح ثابت نہ ہو سکا۔ مجاہدین کے نیرون اور تلواروں نے فوجی سیلاب کا رخ پھیر دیا! چشم زدن میں سیکڑوں تڑپتی ہوئی لاشیں چھوڑ چھوڑ کر حملہ آوروں کو پیچھے ہٹنا پڑا!

اس موقع پر عمرو بن کجاج نے متعدد حملے کئے مگر وہ حسینی سمد ماؤن کی صفوں میں ابتری پیدا کرنے سے قاصر رہے؟ اگرچہ دلیری و لاوری میں پچاس مجاہد بالکل یکساں تھے، سب کی جاں نثارانہ سعی مساوی طور پر جاری تھی، لیکن عمرو بن خالد اداؤں کے ساتھیوں نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دینے میں دریغ نہیں کیا۔ جب تک باغیوں میں جنبش کرنے کا یار ا رہا حریف کے دفاع کی کوشش جاری رہی پھر بھی ہزاروں کا مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان جابجاؤں نے ایک سے زیادہ مرتبہ شامی سپاہ کو پسپا ہونے پر مجبور کیا اور آخر آخر سیکڑوں ناریوں کو جہنم و مل کرنے کے بعد شربت شہادت سے سیراب ہو کر ”محب فی القربا“ کا حق ادا کر دیا۔

مصالح عظم
حسین سرکار انسانیت
۳۔ فلسفہ عزاء - ہر سال ۶ رنی سالہ سر

پتھر نصرت الاسلام بریں نمبر ۱-۱۰-۱۱ کا شی
اکسین کلکتہ

تینوں رسالے چھوٹے چھوٹے بڑکیت کی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ جس میں نلفہ شہادت اور مجالس عزاکم عقلی اور نفسی افادیت کو منظر عام پر لا گیا ہے تاکہ ہر موم عزائم کے مصائب پر روشنی پڑے اور دائرہ کرم کے تمدنی اور اخلاقی ادبیاتی نظریات سامنے آسکیں۔ محرم ہجری قمری کو جو ہر تہذیب و تمدن کا

امام حسینؑ کی قضا سے تشبہ

لَوْ تَرَكَ الْفُطَانَ

(سلسلہ اسلام) جناب لانا شیخ محمد صاحب کربلا دی صلا لا فاضل واعظا مستر الواعظین لکھنؤ

کو سوتا ہے اور نہ دن کو آرام کرتا ہے۔ وہ اکثر ان مقامات پر سکونت پذیر ہوتا ہے جو بالکل آجڑ ہوتے ہیں اور ان مقامات پر اپنا آشیانہ بناتا ہے جو بالکل بے آب و گیاہ ہوتے ہیں۔ اس کو اپنے شکا دہ جانے کا خطرہ دن کو بہت رات کے زیادہ ہوتا ہے یعنی چونکہ اس کو اپنے شکا دہ جانے کا یقین ہوتا ہے لہذا نہ رات کو سو سکتا ہے اور نہ دن میں ہی مطمئن ہونے کی کوئی شکل سمجھتا ہے گویا وہ اس خوف کی وجہ سے بالکل غیر مطمئن اور مجبور ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی حالت کی قضا سے تشبہ دی ہے وہ قطعی طور پر تشبہ کامل ہے اس لئے کہ قضا کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ خوف و اضطراب کی وجہ سے کسی وقت مطمئن نہیں ہوتا، سپر دن رات دونوں وقت کا سوتا حرام ہوتا ہے حضرت امام حسینؑ بھی اسی وقت سے بالکل غیر مطمئن اور اپنے اہلیت کی آسندہ زندگی سے حد درجہ پریشان اور مضطرب تھے جبکہ آپ کو کوفہ کے اندر جناب مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی اور آپ حریر کے لشکر میں گھر گئے۔

امام حسین علیہ السلام کو فہ کی جانب جنگ کے لئے نہیں جا رہے تھے بلکہ کوفیوں کے سیکڑوں لمبے دعوت نامہ پہ آپ نے عدم کوفہ کر کے جناب مسلم کو بھیجا تھا کہ جن میں یہ تحریر تھا کہ خدا کے لئے ہاں اسے اور ہماری ہدایت فرمائیے ہم بلا امام اور ہادی کے ہیں، حسینؑ نے ہنسی خوشی کا ارادہ کیا، سب سے پہلے جناب مسلم کو بھیج کر حالات معلوم فرمائے،

قضا کو اگر چھوڑ دیا جاتا تو وہ سورتہا۔ یہ مشہور تشبہ ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان قدس پر اس وقت جاری ہوئی تھی جب آپ یوم عاشورہ نہشت آخری کے لئے خیمہ آل اطہار میں تشریف لائے تھے اور تمام بیبیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا "تعلیکن منی السلام" لے زینب و لے ام کلثوم تم میرا آخری سلام ہو اب تمہارا بھائی جاتا ہے اور قیامت کے دن تک تم سے مل نہ سکے گا اس ارشاد پر خیمہ میں ایک کرام برپا ہو گیا۔ ام کلثوم نے یا تو فطرت سے مجبور ہو کر یا ان عورتوں کو مسئلہ کے لئے جو خندان رسالت سے نہ یقین اور جن کے دل میں یہ خیال پیدا ہونے کا اندیشہ تھا کہ حسینؑ اگر چاہتے تو ہلوگوں کو وطن واپس کر کے اپنی جان دیتے۔ انہی زبان پر یہ جاری فرمایا "سار دنا اے حرم جلدانا" لے بغیا حسینؑ جب ہم میں آپ کا وجود و وجود نہ ہوگا تو میرا کون آپ نانہ کے دو غریب بیوی بچے یہ سننا تھا کہ حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور نہایت ہی مایوسانہ لہجہ میں ارشاد فرمایا "لَوْ تَرَكَ الْفُطَانَ لَنَا" لے بن اگر لا دیا چکورا ہے آشیانہ میں ستایا نہ جاتا تو ضرور سورتہا۔

حضرت امام حسینؑ نے اس تشبہ کو زبان پر جاری کر کے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ میں بالکل مجبور۔ بے بس۔ بیکس ہو گیا ہوں اور اس معمولی سی خواہش کو بھی پورا نہیں کر سکتا جو ام کلثوم نے کی ہے۔

قضا ایک ایسا پرغزہ ہے جو شکاری کے خوف سے زرات

کہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب رات میں سوتے نہیں تھے۔
 سچ تو یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا یہ خطہ اور خوف عربان
 تھا اس لئے کہ دشمن کچھ اس قسم کے تھے کہ جن کا سامنا انسانوں میں
 ذرا مشکل کیا جاسکتا تھا حسینؑ کو یہ اندیشہ تھا کہ یہ ہمارے صفت
 انسان کہیں ایسا ہو کہ شیخون کر دیں۔ آپ کو دن کے لمحات رات
 میں حملہ کا زیادہ خوف تھا۔

اس مختصر مطلقیت سے یہ وضع ہو گیا کہ حضرت امام حسینؑ
 نے اپنی حالت کی تھیں غرض غمگور (لوتوك القطار لنام) سے
 دی ہے وہ تھیں نام ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ وہ اہم تھیں ہے کہ
 جودل کو چاک چاک اور جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دی ہے تھے
 حسینؑ جو رسول کا نواسہ علی وفاطمہ کا دلہندہ ہو جسکی محبت
 امت پر واجب جس کا احترام امت پر لازم ہو اسے امت کے
 اتنا مجبور کر دیا کہ آپ اپنی چلتی بہن کی ایک معمولی سی فراموش
 کو پرانہ کرکیں اور آپ کو مجبوراً (لوتوك القطار لنام) خزانہ

جناب مسلم نے اطلاع دی کہ سرکار تشریف لائیں۔ امام حسینؑ اپنے
 اہل و عیال کو لئے کوفہ کی سمت تشریف لئے جا رہے تھے
 منزل زبالہ پر پہنچ کر آپ کو علم ہوا کہ کوفہ میں بغاوت
 کر دی گئی ہے میرا بھائی جام شہادت نوش کر کے دنیا سے
 گلیں جنت کی طرف روانہ ہو گیا ہے بس اس خبر کا پانا تھا
 کہ دست حسینؑ سے غمان سکون و اطمینان جاتی رہی۔ اس
 وقت سے لیکر تاحیات امام حسینؑ اطمینان کی سانس نہ لے سکے
 قحط کو اپنی گرفتاری اور خود اپنے شکار ہو جانے کا خطرہ
 ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ استغفر حیران و مضطرب پریشان
 ہوتا ہے کہ سو تک نہیں سکتا لیکن امام حسینؑ کو اپنی جان کی
 کوئی پروا نہ تھی وہ راہ اسلام میں قتل ہو جانا اپنی زندگی
 کا خلاصہ اور برترین نتیجہ سمجھتے تھے ہاں البتہ اگر حسینؑ کو
 خیال تھا اور ضرور تھا تو وہ محض اہلبیت اطہار کی بوائی
 اور ان کی بے پردگی کا تھا۔

قحط اکثر ان مقامات پر سکونت کرتا ہے جہاں کرم
 جھگل ہوتے ہیں امام حسینؑ بھی کربلا کے جھگل میں آئے گئے
 تھے جہاں کوئی نیا آباد ہو اور نہ کوئی وصی قیام فرما بلکہ اور نہ انسانوں
 ہی کی آبادی تھی۔

قحط ایسی جگہ پر اپنا اشیانہ بناتا ہے کہ جس جگہ بالکل
 آب و دانہ نہ ہو امام حسینؑ بھی ۱۲ محرم الحرام ۶۱ھ سے ایسے
 مقام پر رکے گئے تھے کہ جس مقام پر آپ کو آب و دانہ نصیب
 نہوتا تھا، محرم کی ساتویں سے چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں
 کرتے لئے ہوئے العطش العطش کے نعرے لگا رہے تھے۔

قحط پردن سے زیادہ رات کے وقت اپنے شکار جانے کا
 خطرہ دیتا ہے، حضرت امام حسینؑ کو بھی اس بات کا قطعی طور پر
 خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ محو خواب ہوں اور دشمن کا لشکر
 ہم پر حملہ آور ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری عورتوں کی
 اہانت ہو۔ اس لئے آپ نے خندق کھدادی تھی اور تمام
 مجاہدین رات بھر جاگا کرتے تھے۔ علامہ کنزوری کہتے ہیں سچ تو یہ ہے

بچوں کی اکیلا

اسلیمی گھوڑا

بچوں کو دوزخ دینا سی جا دینے سے
 بچے کئی ہزار نہیں ہوسکتے۔ دانت بڑھا آسانی سے نکل آدھے
 نیز بچوں کی ہر ایک بیاری دھو کر نہ کر دینے نذرست و طاقتور بنادیں
 سب جگہ فروخت ہوتی ہیں لیکن نقلی گھوڑوں کی کہیں
 قیمت نہیں دے چاہیے نہ وہ جن کا ملاوٹ ہو کر دوزخ میں لے جاتا ہے
 سے سو داگر نونہ و قوا مدد بکنی ہنر و مکاریوں
 محنت و دس موز نام دیتے بیچتے ہر دیکھنے والی کی ہنر و مکاریوں
 المشرعین بچوں کا ریا لیل علی گڑھ دیوہی
 کمزور بچے پر تار بیل پاری این آباد پارل

امامیہ مشن لکھنؤ

حینی لٹریچر

ذیل میں صرف ان رسائل کی مختصر فہرست درج کی جا رہی ہے جو ماہ محرم اور واقعات کربلا سے تعلق رکھتے ہیں امید ہے کہ اس سال ان افراد قوم و عبادان حسین انھیں خرید فرما کر مجالس عزائیں شیری کی جگہ پر تقسیم فرما دیں گے اور اس طرح حسین کے خون سے سینچے ہوئے اسلام کی آواز دنیا کے کانوں تک پہنچا کر تبلیغ ایسے واجب فریضہ کو پورا کریں گے۔
فیوض بد دیگر مطلوبات مشن و بک ایجنسی کے لئے مفصل فہرست طلب فرمائیے۔

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	قاتل و حسین کا مذہب	۰.۳۰	۱	۱۴	شہدائے کربلا حصہ اول	۰.۵۰	۱
۲	حسین اور اسلام (اردو)	۰.۱۰	۱	۱۵	" " دوم	۰.۵۰	۱
۳	" " (ہندی)	۰.۱۰	۱	۱۶	" " سوم	۰.۵۰	۱
۴	" " (انگریزی)	۰.۱۰	۱	۱۷	کربلا کا ہما سمر (ہندی)	۰.۵۰	۱
۵	کربلا کا ازہر ملیحان (ہندی)	۰.۲۰	۱	۱۸	حسین ان دی لینڈ آف کربلا (انگریزی)	۰.۱۰	۱
۶	مجاہدہ کربلا	۰.۲۰	۱	۱۹	شہید اعظم	۰.۱۰	۱
۷	دی مارٹڈم آف حسین (انگریزی)	۰.۵۰	۱	۲۰	حسین کا پیغام عالم (انسانیت نام)	۰.۱۰	۱
۸	معرکہ کربلا (اردو)	۰.۲۰	۱	۲۱	دی لاسٹ پیج آف حسین (انگریزی)	۰.۲۰	۱
۹	کربلا کا جاویدہ (ہندی)	۰.۲۰	۱	۲۲	اسیری الحرم	۰.۱۰	۱
۱۰	دی ٹریجڈی آف کربلا (انگریزی)	۰.۵۰	۱	۲۳	دی مشن آف حسین (انگریزی)	۰.۱۰	۱
۱۱	محاربہ کربلا	۰.۱۰	۱	۲۴	مظلوم کربلا (اردو)	۰.۲۰	۱
۱۲	اثبات عزاداری	۰.۳۰	۱	۲۵	نمانی زہرا (رعایتی قیمت)	۰.۸۰	۲
۱۳	ذو الجناح	۰.۱۰	۱	۲۶	قاتل و حسین کی گفتاری (۲)	۰.۸۰	۲

(۲۷) ذاکری کتاب ازل و دوم قیمت ۶ خرجہ ۲

نوٹ۔ ان میں سے بعض رسائل کی بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں جلد طلب فرمائیے ورنہ دھڑا آئین مشن کا انتظار کرنا ہوگا۔

مسلقہ کا پتہ ۱۔ سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ

درسِ حریت

ترجمہ ارباب باطن جناب مولانا عبد الغنی صاحب (ایم اے) قادیان چشتی نیازی حبیب پوری (مولانا عبد الغنی ایک روشن دماغ بزرگ ہیں اور اہلبیت کی سیرت کے عاشق ہیں اور عظمیٰ آپ کے عالی افکار اور بلند نظموں کا برابر سلسلہ جاری رہے گا۔ سی پٹی میں آپ کی وجہ سے اتحاد اسلامی کا شیرازہ روز بروز شکم ہو رہا ہے اور مسلمان شہر و شہر کو وحدت اسلامیہ کا پرچم لہرا رہے ہیں
(اشراف آغا ام اے مدیر اور عظمیٰ)

مطلوبت پہاڑی انکھوں کی غول بہانا
لاری بوج نہ سنا ہو تفسہ شہادت
افسانہ ستم پر دہنا ہو صین فطرت
چشمون چشم غم کے دریا غول بہانا
لیکن جو کر بلا ظلم و ستم ہو اسے
وقت ہی کا ہے کیا اس سے سبق ملا ہو
اُن سفر و شہنوں کا کیا صرف یہ صلہ ہو
کیا اُن کے خون کا لیسا تباہی غول بہانا
اک بار سال ہر میں کچھ بکند غم بہانا
عقل سلیم کا ہو کچھ اور بھی تقاضا
ہو کچھ سمجھ تو مجھو یہ نقل کا اشارہ
آغا رجب ہو علی انجام کیوں ہونے لگا
قریبانیاں ٹہری تھیں کہیں ہو صلہ نہا
فتمت سے دین غن کے منظور تھا بچانا
اک دس حوت ہو ادا حق زندگی میں
معیار زندگی ہو دنیا کے ہر کسی میں
اک بھول ہو اُنکھا گلزار احمدی میں
اک بابے ہنر نایکچ مذہبی میں
بچنے پہ بھوکے قادیان کے گلے گھانا
اندک کی قسم ہو کچھ ہوا نہ ہوتا
محبوب تھا خدا کو محبوب کا لفظ مسما
ان کا ہر ایک سامنے مقبول تھا خدا کا
اُن کو شہید کرتا کیس میں ہو صلہ تھا
ہمت کو حق پرستی منظور تھا سکھانا
جو کچھ حاجت ہو تو لے خیر والی ہمت
سویکھے غفلتوں میں سب کو نیو لیتی آہمت
اختیار منہ سے رہیں آری نیو لیتی ہمت
با تھمن کو غور لے لے طوطہ ہنسی لیتی آہمت
لازم کچھ تھا اپنی بڑی ہونے کا
اکی دھنکوا تبا افسوس حق نہا سی
غلام کو تہمت تسلیم ہو ستاری

آل ہی کے غم میں انکھوں کی غول بہانا
بھیک سے رات میں نل گھر لٹانا
بھوکا کھار ہو کچھ گلے گھانا
دنیا پر مٹا لطف دشمن ہو کر مٹانا
ہاں سو دیک لیکن ہرگز نہ سہجنا
آل رسول کی جو جہ بیوفائی
دودن کی زندگی تھی دین کی کیا مائی
دو لڑکھان کی دولت کہیں کو فیک مائی
دشمن تھی عقل کے تہا تھی سمجھ نہ آئی
نقش ننگین حق کو مکن نہیں مٹانا
آل نبی اطہر۔ مدوح رب اکبر
فرد نگاہ دُشرا چشم و چراغ حید
نمودل ہدایت ہمیشہ رہیمبر
ظلمت کو دھبہاں کا جس سے ہوا نور
اس سے سچ انرو دی کو آسان تھا کھانا
محبوب کہ بیکے محبوب کی شہادت
میدان کر بلا میں گویا تھی لک مٹا
اُن کے لبوئے چستہ کی دین کی عمارت
اُنکے غلوں کو ہی یہ دنیا میں ہو کر مٹا
ہجوم عظیم ہو تازہ گو ہو چکا زمانہ
ہلاک نہ ہو گزرا حال حال ہوتا
ایسی مثال کا بھی ملنا حال ہوتا
معیار دین حق کو آخرو دال ہوتا
سبط نبی کو کیوں کیا سا حلال ہوتا
ہاں کو آپ مٹ کر منظور تھا مٹانا
آزاد عمل کا لاکھوں راگ گایا
رستہ عمل کا لیکن حضور نبی دکھایا
ہاں پرستون کے کس طرح ستایا
انندی صداقت ابدیہ بل نہایا
بنیاد حریت ہو یہ جا بگسل فنا
میدان کر بلا میں عشر کا وہ نظارا
دوسروں سے لگن تھا جانو نہ جا بگسل
آل نبی پر صدقہ اپنا ہو یہ عقیدہ
غشش کا ہو سلیہ۔ باوق ہنر مٹا

پیش نظر تیرے گو اسوہ حسینی
سیکا تو اپنے ہاتھوں اپنا نشان تھا
مسلم ہو یا لیکن اسلام کی جو مدعا
غبار نے اڑائے احکام سب ضروری
مناہہ چھوڑ کر سب لٹ گیا غرانا
ابج نہ کہ غم کوں تکلیف نہیں لگنا
کل علم کے جتنی حوالہ ہیں ہیں
ہرگز و کسب کا کیوں ہیں نشان
سرکش کا ہم نے شیر سے اڑایا
سار جہان کو ہم نے غلام و ادب کھلایا
اسلام سے ملنا تھا اقبال کا زمانا
اسلام کے مہر کو ہم نے ہر گھڑا
اقبال نے ہمارے مٹا دیا ہم سے مٹا
ہو گیا ہمارے ادب کا زمانا
اب بھی بھل کے اپنا کشتی سبھال مسلم
دکھلا کمال کچھ لے وقف نہ الگ مسلم
اٹھ نہید سے کہ آیا اب کا زمانا

حسینی اصول

۱۔ پنجاب سید علی متقی صاحب جعفری پرش سیرت از سیدی
طو خان جوش الفت علیہ السلام
سیرت کلدان دہ بھو کا زمین
سجدہ و جوش شہادت ہر اک ہم
ہر سے مرے وہ اٹھائے وقت
پیشانی پر نقش ہوئے آنکھ انور
بدو کے دشت ملوی این نہا
یہ کون ہیں تیرے پیر سے ہے
ہمراہ جاں نثار مبتلا ہوئے
دل میں دوڑتے ہوئے عسکر
رگ رگ میں نوح جات کا جوہر
مگر اب جیس ہوا ہر منور
زہر کا وہ ساتھ میں اختر

۱۔ خدمت حسین وہ عباس باوفا
آقا سمجھ کے پائے انجی پر سر نیا
راہ خدایں جان کو قرآن کیجیے
حق پر تیار ہونے کو شہادت نہ لھریے
عابس بہرہ ابن مظاہر زینب
حق کو شہادہ راہ حقیقت پر کاغذ
وہ کو بلا میں آمد سلطان کر بلا
اٹھ کر ہوئے نشان قدم خضر
باطل کو فر دناز مبتلا ہزار
ننگ شہر میں خلق میں باقی پر بندش
انسان کے لباس میں خود خواہ جاذب
دنیا سے نیکوں کا شہتے ہوئے نشان
تعلیم انبیا کا وہ گھٹا ہوا گلو
دوس وہ انبیا کی تیسرا کا خط
تین اور حق کے بچا ہیں سے ہمے حسین
رکھتی ہے بکر دین حبیب کی الفیض
انصار شہادتیں ہیں شہادت کو حفظ
لوہ ہر عروس تمنا سے ہم کنار
جھوٹے میں اب جو اضواء ابھی نظر
کرنا کی کہاں وہ صبر بے شرم نہیں ہے
وہ رنجہ نہ لے ہوئے بے شرم کالو
آخر وقت قصورہ تنہا فی حسین
صرف وضو وہ خون وہ آنکھیں نماز
آتش شہر عالم کن میں وہ کھیللی
گھردن وہ زیر قحہ وہ لب چھلکا کام
سراج عشق پاتے ہے سبط مصطفیٰ
فتح و ظفر کا حصہ دے فتح اصول پر
زندہ ہیں خود حسین حسینی اصل بھی
سے آتش ظالموں پر برستی ہیں لعین
شکل و شباب حیدر جعفریہ ہے
دل میں دغا کا جوش غضب نگر
یہ آرزو شہیدہ ہمیں
صغیر بھی ہیں ارادہ اکبر
پسری ہیں شباب سے تیرے
آنکھوں میں بارغ غم کے منظوم
انسانیت کے دین کا ذوق
مشعل رہ علی میں برابر
حق جاں نثار صرف بتبرہ
لیکن لعین و دلوں میں ہیں بھرہ
تلاوہ بتبرہ دینیزہ و خنجر
حربے بڑا یوں کے سنگر
خوب خصال بے ہوش ہوتے
حریت ہماری نظر دل مضطر
دل میں جہاں ڈر دوسرے
آئے ہیں کو بلا میں بھرا گھر
آنکھوں میں کیفیت ملالہ کفر
آنکھوں کفن ہیں لاشے کے غم
آئے ہیں شہر خواہ کو سرور
اپنے نگے میں شہر سنگر
کیا کیا جو سرخاں رخ اورد
پہلا ساز نگ سیرت خاور
دینے سوز ساز کا جوہر
سینے پر شہر ہاتھ میں خنجر
اس فن کا جو نہا شہر
لوگ حائل پہن دیں سر
بیکار نشان فتنہ ہیں سود
تجسس میں این لاشہ سراسر
شہر ہیں درد کے گوہر

علامہ کٹر مجتبیٰ حسن کی سو پوری کی تقریریں

علامہ یکم محرم سے ۲۰ تک نوجوانان کا تعلیم و اثر کی طر سے علامہ مدوح کی تقریروں کا انتظام کا ٹھکانہ اڑ میں کیا گیا ہے (۲) رئیس اعظم الامام ابو علی غناب آغا علی خان صاحب مشہور قومی ہمدرد عرصہ سے ایسی مجلسوں کی ضرورت محسوس فرماتے تھے جن سے تعلیم یافتہ طبقہ کے مذہبی شبہات رونے ہو جائیں لیکن کوئی ایسا روشن دماغ اور حالات حاضرہ سے واقف کار مقرر دستیاب نہیں ہوتا تھا موصوف سال گزشتہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور علامہ مجتبیٰ حسن صاحب ازہری کی تقریریں کا اہماد میں شہداء انتظام کیا جس میں آج اور مضامین الامام ابو علی کے تعلیم یافتہ جو حق شریک ہوئے اسال بھی شولٹ کیونٹ حضرات نے موضوعات مقررہ پر ہن اور ۱۳ محرم سے ۲۰ محرم تک علامہ مدوح کے زیرِ مہن بیانات ہون گے۔

محمد ہمدی کشمیری مولوی فاضل پنجاب فاضل اہل آباد

احسانِ ابتلا

(از سید محمد عادل صاحب صدر الافاضل سلطان الہداس لکھنؤ)
نظر سے خجست حساس ابتلا کردی نئی کی جان تحمل کی انتہا کردی
ربان جو ذوق مصیبت آشنا کردی دوجہ پختی لذت عجز آ کردی
تشار کہ سہل نیا رفائے قاق پر بدنِ نخواست پیرا ہن درد آ کردی
بڑھانے پختی درد دل نشین تو نے عطا دغم درینج و الم سوا کردی
مرغی درد مہمی کوثر و صحت مسک کرب و بلائے تیزی دوا کردی
زمین پر رکھ کے قدم سوزنا زینش کہ تو نے خاک بھی کبیر کر بلا کردی

نہات شاہ میں عادل خلل نہیں آیا
عدو نے لاکھ مظالم کی انتہا کردی

محرم ۱۳۶۰ھ کے

ملاحظات

ادارہ کے اندر جلد جلد بہت سی تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں اور آ رہی ہیں۔ وہ مہینہ میں اور عطف نے جو کچھ کہا اس سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس کو بلند نظری اور خالص علمی نقطہ نظر سے چلایا جا رہا ہے یہ تبدیلیاں بہت تنگ وقت میں عمل میں آئی ہیں اس لیے پوری طاقت سے دہی کام کا موقع نہیں ملا ہے محرم کے بعد سے اور عطف کی زندگی کے عہد جدید کا آغاز ہو گا خیال یہ ہے کہ اور عطف کے ذریعہ سے پورے ہندوستان کی مذہبی و علمی ضرورتوں کی نگرانی ہوتی رہے۔ اور ان تمام مشکل مسائل کو حل کیا جائے جو دماغوں کو پریشان کیے ہوئے ہیں اور اور عطف کی نظارت انہیں حوصلوں کے ساتھ قبول کی ہو اگر خدا کی توفیق ساتھ رہی تو اور عطف تمام قدیم شکایتوں کو دور کر دے گا جو کہ نام کے ساتھ ناظرین کو یاد آ جاتی ہیں اور اسکے ذریعہ سے تبلیغ انسانیت و مذہب کا قابل قدر کام انجام پائے گا۔ کاغذ کی گرانی اور بعض مضامین کی تاخیر سے واصل ہونے کی وجہ سے بہت سے ضروری مقالات اور نظموں کو محرم نمبر میں شائع نہیں کیا جاسکا خود ادارہ اور عطف کو اس اہم موضوع پر اظہار خیال کا حق نہیں ملا ۱۶ جنوری اور اسکے بعد کے نمبروں میں تمام قابل شائع مضامین درج کیے جائیں گے۔

مجتبیٰ حسن کاموں پوری (ڈاکٹر تریخ و خلاق)
(ناظم ادارہ) ازہری نیوٹری

ظفر الممالک پر مقدمہ جناب مولوی سیف الرحمن صاحب
بہ سلسلہ بارہ وفات جو مقدمہ چلایا تھا ابھی پولیس کی جانب سے
ثبوت ختم ہو گیا ۲۹ جنوری سے صفائی طلب کی گئی ہے مہینوں
کا میابی کی دعا فرمائیں۔

عزادارانِ مظلوم کریلا اور محرمِ اکرام

ان کتابوں کو خرید فرما کر محرمِ اکرام کی مجالس زینت برہائے

اشاراتِ غم شاعرِ اہلیت جناب نجم آفندی کی مشہور و مقبول بیاض جو کچھ نئے نوحوں کے اضافہ کے ساتھ جس میں پانچ
انہدی زبان کے نوح بھی شامل ہیں دوبارہ چھپ کر تیار ہو گئی۔ قیمت ۳۰ روپے (۱۲)

جواہر البیان - محافل میلاد و مجالس عواد چارہ حصوں میں ۲۰ - قیمت ۳۰ روپے (۱۲)

منقلح البیان - احقہ اول و دوم -
ذکر کی وجہ کتاب مفت - ابوالبیان جناب ملا سید اکبر ہمدی صاحب قبلہ مدظلہ سلیم جردی
قیمت ۳۰ روپے (۱۲)

انہی لائق میر تقی میر کی رباعیات کا مجموعہ قیمت ۳۰ روپے (۱۲)
فلسفہ محمد اس کے مکمل روایات شریعت میں قیادت
سوزِ خالی کے جدید مرثیہ کا مکمل سب - جلد قیمت ۳۰ روپے (۱۲)

خزینۃ الاحزان -
ماجرائے کریم - لاجواب کتاب ہے - (۱۲)

تبر الایچی میں کی یادگار - (۱۲)

گواہی اور مسلمان - لاجواب کتاب ہے قیمت (۱۲)

خوٹ - ہر قسم کی علمی، ادبی، تبلیغی، اخلاقی، تاریخی کتابیں اور تعزیت وغیرہ ہم سے طلب کیجئے اور حصول اد کیجئے۔

مسلے کا پتہ: مصطفیٰ علی ہاشمی مہتمم کتب خانہ کا شانہ ادب مسجد آلوچی کھنڈو

مفت طلب فرمائیے

۱۔ نئے طلبہ کا مشہور ایہ نامہ رسالہ حاوی ہے جو مدنیہ منزل بخبر سے شائع ہوتا ہے اور
جس میں مشہور اراکین و اوروں سے متعلق سیر حال بحث کیجاتی ہے جس میں مفت، زورہ بخون کے
علامہ رضویوں کے سوالات اور ان کے جوابات بھی درج کئے جاتے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے
آپ اپنی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنا سکتے ہیں جس کیلئے یہ سے نمونہ طلب فرمائیے

میں جو رسالہ حاوی "مدنیہ منزل" بخبر و یو۔ پی)

ناگپور میں علم جلوس

۸۔ محرم الحرام چار بجے دن مرزا صاحب کے

ایماندار - واقعہ سہا پوری سے علم کا

جلوس روانہ ہو کر حیدری مسجد کے

امامانے کو جایگا جس میں کاشی کی مشہور

و معروف نامی انجمن کا دستہ مصروف تھا

جلوس میں عویشاں منظر نظامی پکڑے ہوئے تھے

کا زینت موقعہ تھا ایک نوجوان خدام علیہ السلام

مرزا آغا حسین - مدد انجمن خدام علیہ السلام

مناظرہ، موعظہ، مذاکری اور علمی، اخلاقی، تاریخی، مضامین کے خسرو

محرم میں ہم اور غم

کتب (ذخیرہ) خاص

صدر الملتہ جناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قلم دام ظلہ محمد بن عبد العزیز سرمدی دائرۃ الاشاعت کے زیر افادات
روس کے ایک زبردست عالم موسیٰ جارا اللہ نے یمن تیرا تحریف، تقیہ منہ وغیرہ کے متعلق علماء و مجتہدین
کشف الاشباہ (ج ۲) سے ۲۰ سوالات کیے تھے۔ آیۃ اللہ اسحاق عبد الحکیم رشتی نجفی دام ظلہ نے ان کے بے پناہ محققانہ
جوابات تحریر فرمائے جناب صدر الملتہ دام ظلہ نے اپنے ہمیشہ نوجہ اور تحقیقی حاشی سے آراستہ فرمایا۔ مناظرہ و شبیہا معلومات کا دریائے
مناظرین کے لئے کاری حربہ و اکرن کے لئے مفید و خیرہ۔ قیمت ۵۰

الاعتبار۔ مذہب کی متعلق غیر مذاہب کی رائیں و اکر کے لئے سید مفید قیمت ۵۰
دوسرا ایڈیشن (مشتعل ۸ مجلسیں ہیں زن و مرد و طفل و مسن سب کے لئے برابر کار آمد۔ قیمت ۵۰)

جو اس کے بہاؤ کثیر التعداد محققانہ اور تبلیغی مضامین کا ذخیرہ جن میں مناظرہ و مذاکری کے دریا موجزن ہیں۔ حصہ اول (۱۷)

تعلیم الشہداء اور شہداء کی جاں نثاریوں سے اخلاقی سبق۔ نو اکرن و وعظین کے لئے نہایت کار آمد۔ قیمت ۵۰

اشباہ الحجاب (دوسرا ایڈیشن) وجوب پردہ نسوان کے متعلق عقلی و نقلی دلائل کا کامیاب فیصلہ کن لا جواب مجموعہ۔ قیمت ۶۰

عناصر الایمان۔ حضرت سلمان فارسی۔ اوزر مقداد و عمار رضوان اللہ علیہم کی مدح پر راد سبق آموز و سنجیدہ قیمت ۳۰

تحقیق البیان۔ تعلیم نسوان کے متعلق فیصلہ کن تحقیقی رسالہ ۳۰ فشریح النکاح (دوسرا ایڈیشن) ۱۰

عین حقیقت (دوسرا ایڈیشن) اس عترت کا دندان شکن جواب کہ سید الشہداء جنگجو اور جاہ طلب تھے۔ ۱۰

تحقیق و دعا۔ مسئلہ دعا کے متعلق تحقیقی رسالہ۔ اعتراضات و شبہات کے ٹمکت جوابات۔ ۱۰

لامی اعتقاد ترجمہ ذخیرۃ العباد آیۃ اللہ اقا سید ابوالحسن صاحب (۱۰) جامع علمیہ کا اردو ترجمہ از مولوی سید شاکر حسین صاحب ۱۰

پتہ مدیر دائرۃ الاشاعت نوگالواں ضلع مراد آباد (یو۔ پی)

اگر کی تی، عری کو، کلا عطریل و بنا کو کی پی او، مشہور دکانیں، صنوبر علی جبر طرہ دوزی میرٹھ

ہندوستان کا کافران

فران سرکار شریعتہ اصد المحققین حجۃ الاسلام نائب امام
مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی

باسمہ سبحانہ

راہ نجات ایک ایسا جریدہ فریدہ ہے جس نے تبلیغ
دین مبین میں کاروائیے نمایاں کئے ہیں اور ملت سے اشخاص
اس کے مضامین دیکھ کر راہ راست پر آگئے ہیں اور مذہب حق
اختیار کیا ہے۔ اب تک اس جریدہ فریدہ کی اشاعت
کو قریب پچاس برس کے زمانہ گزر رہے تمام مومنین عموماً
اور دولتمند حضرات کو خصوصاً اس موقع پر لازم ہے کہ اسکی
قدر دانی میں ہمیش از پیش سعی جمیل عمل میں لائیں۔ کم از کم
قدر شناسی اس کی یہ ہوگی کہ جو خریدار نہیں وہ خریدار
ہو جائیں اور جو خریداری وہ اوروں کو آمادہ خریداری
کریں۔ نیز جو مذہبی کتابیں ادارہ راہ نجات سے شائع
ہوتی ہیں ان کو خرید کر غیر مستطیع افراد تک پہنچائیں
انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اجر جزیل و ثواب جمیل رب جلّیٰ
ان کہے گا اور حضرات معصومین علیہم السلام کے ارواح
قدسہ راضی و خوشنود رہیں گے اور مذہب جریدہ مذکورہ
عمدۃ العظیمین الکرام زبدۃ المبلغین انجم حجاب حاجی غلام علی
صاحب دام افضالہم العالی کی ہمت افزائی ہوگی اور غالباً
جملہ اہل ایمان اعانت سے اس جریدہ عالیہ کے خوش و
سرور اور تفکر و ممنون ہوں گے۔ و آخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العالمین و صلی علیہ وسلم
سیدنا ابی القاسم محمد و آلہ الطاہرین کتبہ
ابیداً و ابدنا عفو حسین الموسوی کان اللہ
عینہ لذلک و ادا کلاخرۃ فی یوم الرابع عشر من شہر شوال ۱۳۸۶ھ

ہند خطیب ام کا فرمان

فرمان مہبط فیض بانی دقتہ شانس نور قانی شکر و شکر
حضرت عظیم الشان مولانا سید محمد رضا دہلوی مدظلہ العالی

حضرت عمدۃ العارحباب حاجی غلام علی صاحب قبلہ
ایڈیٹر راہ نجات (سماؤ نگرد لے) وہ مجاہد فرید ہیں جنہوں
نے کامیاب و اگر جرات کچھ اور افریقہ میں دینی خدمات کے
جھڈے لگائے ہیں اور انہی عزیز کا بہترین جھڈہ دینی
خدمت میں گزارا ہے۔ سیکڑوں کتابیں اسی دین کی زبان میں
شائع کی ہیں اور مذہب حقۃ اثنا عشریہ کا پیغام ہزاروں
بندگان خدا تک پہنچا ہے خدمات کے شمار سے قلم عاجز ہے
راہ نجات کا وہ رسالہ جو اپنی خدمات کے پچاس سال
گزار چکا ہے اب یہ دیکھنا ناممکن ہے کہ آپ اس کی خدمتوں
کی کیا قدر فرمائیں گے اس کی جو بلی عنقریب ہونے والی ہے
ابراہیم کی زندہ قوموں کے دستور کے مطابق اس کا
خراج تحسین ادا کیا جائے گا ہر مومن کا فرض عین ہے
کہ وہ دل سے حضرت موصوف کی امداد فرمائے تاکہ اس
دینی رسالہ کی جو بلی دھوم دھمام سے منائی جائے اور
دشمنان دین کو دکھلا دیا جائے کہ خدمت دین اس طرح
کرتے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ جناب حاجی صاحب قبلہ
کی مدد میں دریغ نہ کیا جائے گا اور اس خادم دین کی عزت
بڑھا کر دوسروں میں شوق خدمت پیدا کیا جائے گا
بیشک زمانہ مشکلات سے بسر نہیں ہے مگر فرض ہر حال میں
فرض ہے اس کا احمد ثواب ائمہ اہلبیت کے دواورہ
سے ملے گا جس در کے سب محتاج ہیں اور آج جو بڑے ہیں
وہ بھی انھی کا نام لیکر بڑھے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی
جماعت و قوم کا خدمت گزار السید محمد زیدی دہلوی

اطیب کے شاہان اودھ

خاندانی تیرہ ہدف مجربات اویات یہ بیان حلیہ میں شک و شبہ کو دراصل نہیں

یہ دو خانہ قدیمی قومی وندہ سی ہے، پہلے جد امجد ہونہ طیب شاہان اودھ
ہے ہم نے شہنشاہی دنیا میں تہم رکھنا معیوب سمجھا لیکن خیال کرتے
ہوئے کہ بغیر ہمتا نصرت قوم نہیں ہو سکتی نیز ہماری غریب قوم جو کھوکھلی کہ
تہا ہمارے کمانی برادر کہ رہی ہے شہنشاہ کرنا پڑا، اس ایک شاہان اودھ
طیب ہوں اپنی غریب قوم کو دھوکہ دیکر ناجائز فائدہ ٹھکانا جو ہم جھٹکا ہوا
اجملہ امراض کی اودھ مغلل حال تیرہ ہدف کا طیب ہے اگر کوئی دوا نہیں دیکھی
اور راحت صرف صرف حصول ایک ہر مفت اودھ ہوتی ہے عمل روزہ و رخصتی
ہوگی جس کا لینا خلاق و مذہبی فرض ہوگا جو طلب امور کو سہل کرتا ہے اور
اکسیر

یہ عجیب و غریب کسیری کی کیا دوا تمام اعضا و اعضاء کو
اکسیر بات و ذکر کثیر تعداد میں دہ تولد پیدا کرتی ہے جو لوگ
کثرت جنس سے کمرہ ہو گئے ہوں یا دھرم میں جو طویل بیماری کی وجہ سے فوت
سردانہ کی کمزوری میں مبتلا ہوں ضرور اسکو استعمال کر سکو ان کا لطف
مائل کریں۔ مجھے ہونے والوں کو اسکو کس کو شادمانی سے بر لا تھی کہ
معد و ماضل درست کرتی ہے مقوی غذا میں مفہم کرتی ہے، جو لوگ تو تیرہ ہدف
سے بالکل یاس ہو گئے تھے انکو بھی اکسیر اپنے جواؤں کی سف میں کھڑا کر دیا
دھقیقت یہ فوت مردانہ کی وہ اکسیری دوا ہے جسکی تلاش میں دنیا
سرگردان ہے جو لوگ مردانہ قوتوں کبساتمہ اولاد کے متمنی ہیں انھیں فوراً
ننگانی چاہئے۔ یہ چوتھ کیست استعمال ہمراہ۔

قیمت مع حصول ایک دس روپیہ بارہ آنہ (۱۲ روپیہ)

طلاد اکسیر برق

یہ طلاد بہترین ایجاد ہے، کئی رنگوں کی
کی کمزوری کے لئے اور دوا ہے، فرار اپنا برقی اثر دکھاتا ہے، لطف
یہ کہ بالکل بے ضرر، مرض خواہ کتنا ہی کم نہ ہو ہمیشہ کیلئے قیمت نہاود
کردیتا ہے اور مریض اسکو نو جوان ہو جاتا ہے، طلاد «ازیں طلاد

میں کوئی شے بھی ناپاک یا ناجائز نہیں ہر شخص دوران استعمال میں
عبادت کر سکتا ہے۔ قیمت مع حصول ایک دس روپیہ
سفوف جریان۔ جریان نے ہینار شام کی سندھری بر باد کردی
ہے، جریان کا نتیجہ کیا ہے، ہضم کا لگاڑ اول دماغ کا کمزور ہونا
حافظہ کے خرابی، ہمت کی پستی، طبیعت کی سستی اولاد سے محرومی
بہر وقتہ وقتہ دق اور دل جیسے مہلک امراض تک نوبت پہنچاتی ہے
اگر ایک جریان ہے تو فوراً توجہ منقطع کرنا کہ ہمارا بیش بہا سفوف استعمال
فرمائیے جو ادہ تولید کو گارھا کر لے کر نشت اجسام کو بر سرعت کو دیکر تا
ہے ہاضمہ کو درست کرتا ہے نطفہ کو اولاد کے قابل بناتا ہے، ممکن
ہے مجرب ہے۔ قیمت مع حصول ایک دس روپیہ

طلاد ہفت وزہ

یہ طلاد ہاں ہے جد امجد نے جاننا علم حضرت
طلاد اجلی شاہ آخری تاجدار اودھ کے
کلکتہ (میا برج) میں تیار کیا تھا جو اکسیر عظم ثابت ہوا اسکی اثر
دکھاتا ہے بالکل بے ضرر ہے ایک ہفتہ میں مریض کی تمام شکایتیں
کریک دوبارہ طائف بنتا ہے اسکا استعمال کرنا گویا جوانی خرید لینا ہے عجیب
غریب، اپنی مثال میں رکھنا۔ قیمت مع حصول ایک دس روپیہ ۱۶/۶

اکسیروں

مرض سیلان ازہم غریب ستورات کا قاتل دشمن بیمار و بیکس
پر دہشتیں بوجہ شرم نہ دیا انہا میں کثیر نشت رفتہ
یہ اکلے مرض الموت ہو جاتا ہے بیزبان عورتوں کیلئے دوا حاجت کا حکم
دہشتی ہے طلادہ ازہم ہوا دہی کی بھی مدد سے عورتوں کی عام کمزوری
اور اندرونی کمزوری کیلئے خاص طور پر مفید ہے، اس اکسیری دوا کے
استعمال سے ایک ہفتہ میں قطعی صحت پہنچاتی ہے اور مرض کی بخوبی
ہو جاتی ہے۔ قیمت مع حصول ایک دس روپیہ

المشیر مکمل و خانہ سنبھل صلح مروا باد (روپیہ)

طیب باوق حکیم سید مجتبیٰ حسین رضوی
نبیرہ علیجناب شہر اکھلا حکیم سید عبدالمعلی
صاحب محرم و شیفہ دار طیبہ شاہان اودھ

حیات اقلوب حصہ اول کا

بامحاورہ
اردو ترجمہ
تیار ہو گیا

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور عالم کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی
جس کیلئے مومنین ایک زمانے سے بیتا تھے

جس میں

حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت زکریاؑ،
حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت خضر علیہم السلام کے
مسلل مفصل حالات درج ہیں !

چھپ کر تیار ہو گئی ہے، سفید کاغذ، حجم ۵۵۰ صفحات، قیمت علاوہ محصول غیر مجلد سے
(دوسرے حصے زیر طبع ہیں، ایک ایک حصہ اختتام شائع ہوتا رہے گا) مجلد ہے، للہ

وظائف الامرار مصدقہ علیہ

۱۸ x ۲۲ ۱/۲ سفید چکنا کاغذ، صاف چھپائی، خاشدہ (زرد پٹیوں پر سیاہ حروف)

ضعیف العمر بھی آسانی سے پڑھ سکتے ہیں

سب سورتوں میں معتبر مولانا ترجمہ مولانا ذیشان علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کا ہے، دعاؤں میں دعائے شلول کا ترجمہ جناب مولانا مولوی
سید ظفر ہمدانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا ہے، دعائے سائب اور دعائے کیل میں بامحاورہ ترجمہ مصدقہ علیہ الاملا مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ
اور دعاؤں کے ترجمے بھی اسی طرح معتبر ہیں صحیفہ کا خاص طور سے کاغذ رکھا گیا ہے۔
اس وظائف الامرار کو لے کر اپنے مصلحت کی زینت، رٹھائیے۔

ہر حصہ ... غیر مجلد ۴۰۰ جلد ۴۰۰، ۴۰۰، ۴۰۰ (علاوہ محصول ڈاک)

مختار المسائل علیہ
سرکار آقائے ابوالحسن صفہانی مدظلہ، قیمت علاوہ محصول
سرکار آقائے ناصر اللہ مدظلہ، غیر مجلد ۴۰۰
سرکار آقائے نجم الملک مدظلہ، مجلد ۴۰۰

میجر نظامی پریس پبلیکیشنز (آہنی پھانک)

سیرت ائمہ پر طرح پرچل سکتے ہیں؟

صرف سطح کہ

ائمہ علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کیا جا

خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب اور دینی پیشواؤں کے حالات سے بالکل بے خبر بنا دیا ہے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ سوانح چارہ معصومینؑ ساہو سہل - و مکن انداز میں لکھ جائیں کہ ہمارے نوجوان لڑکے لڑکیاں کم پڑھے بھی آسانی سے پڑھ کر سمجھ سکیں اور ان حضرات کی

زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں علی جوش پیدا ہو۔

اور وہ جان لیں کہ ہمارے دینی راہنما کمالات کے کن کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ خدا کا شکر کہ جناب شمس الموعظین مولانا ابی ظفر حسن صاحب قلم نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ اور اپنے خاص سلیقہ سے جو خداوند عالم نے اُن کو دلیعت فرمایا ہے ان کتابوں کو کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ جب آپ ان کتابوں کو پڑھیں گے تو معلوم ہو گا کہ مولات نے گویا دیر یا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتابیں ہیں۔ واقعات کتب متبر سے لئے گئے ہیں۔ منع موقع سے ہمارے غلط مراسمات بجا (غلط اعتقادات) کے پہلو بھی نمایاں کر دئے گئے ہیں۔

کتاؤ کو مناظرانہ رنگ سے علم رکھا گیا ہے۔ اب النزاع واقعات نرمی سے کھے گئے ہیں۔ کوئی شیعہ گھر اس مقدس اور مفید کتابوں سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

آپ کے گھر میں انکا وجود دنیا و آخرت کے سنوارنے کا ذمہ دار ہے۔

ہدیہ ۱۲ جلدیں علم و علمہ مجلد ۱۱ غیر مجلد ۱۲ علاوہ محصول

مولفات جناب فوق وظل	ہاشمی مجاہد	سوانحی حضرت عباسؑ
۱۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۱۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۱۔ سیرت الرسول جلد سوم معہ ۱۲۰۰۰
۲۔ سیرت الرسول جلد سوم معہ ۱۲۰۰۰	۲۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۲۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰
۳۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۳۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۳۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰
۴۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۴۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۴۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰
۵۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۵۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۵۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰
۶۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۶۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۶۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰
۷۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۷۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۷۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰
۸۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۸۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۸۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰
۹۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۹۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۹۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰
۱۰۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰	۱۰۔ سیرت الرسول جلد دوم معہ ۱۲۰۰۰	۱۰۔ سیرت الرسول جلد اول معہ ۱۲۰۰۰

مینجر نظامی پریس لکھنؤ (آہنی پھاٹک)

